

بیداری میں تقویٰ

برے خواب کے ضرر سے ڈھال

قال وهب ابن جرير: حدثنا أبي قال: كان الرجل إذا سأل ابن سيرين عن الرؤيا قال له: اتق الله في اليقظة لا يضرك ما رأيت في المنام . (حلية الأولياء: ٢ / ٢٥٨، سندہ صحیح)

”وہب بن جریر کہتے ہیں ہمیں میرے باپ نے بیان کیا وہ کہتے ہیں: کوئی آدمی محمد ابن سیرین سے خواب کے متعلق سوال کرتا تو اس سے کہتے: بیداری میں اللہ سے ڈرو، جو خواب میں دیکھو گے وہ تمہیں نقصان نہیں دے گا۔“

شعور کی تربیت

کسی قوم کے لیے سب سے زیادہ خطرناک بات یہ ہے کہ وہ صحیح شعور سے خالی ہو، ایک ایسی قوم جو ہر طرح کی صلاحیتیں رکھتی ہو اور دینی و دنیاوی دولتوں سے مالا مال ہو لیکن اس کو نیک و بد کی تمیز نہ ہو وہ اپنے دوست و دشمن کو نہ پہچانتی ہو، پچھلے تجربوں سے فائدہ اٹھانے کی اس میں صلاحیت نہ ہو، اپنے راہنماؤں اور قائدین کا احتساب کرنے کی اور قومی مجرموں کو سزا دینے کی اس میں جرأت نہ ہو وہ خود غرض راہنماؤں کی چرب زبانی و شیریں کلامی سے مسحور ہو جاتی ہو اور ہر مرتبہ نیا دھوکا کھانے کے لیے تیار رہتی ہو، وہ قوم اپنی تمام دینی ترقیات اور دنیاوی سرفرازیوں کے ساتھ قابل اعتماد نہیں، وہ پیشہ ور اور خود غرض راہنماؤں اور منافق قائدین کا کھلونا بن جاتی ہے، ان کو قوم کی سادہ لوحی اور بے شعوری کی بنا پر من مانی کارروائیاں کرنے کا موقع ملتا ہے اور ان کو اس کا اطمینان ہوتا ہے کہ کبھی ان کا محاسبہ اور ان سے باز پرس نہیں کی جائے گی۔

مسلم ممالک کے متعلق اگر ہم یہ کہنے سے احتیاط کریں کہ وہ بیداری اور شعور سے بالکل محروم ہیں تو اس میں شبہ نہیں کہ ان کا شعور بہت کمزور ہے اور وہ بیداری کی ابتدائی منزل میں ہیں۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ خیر خواہ اور بدخواہ کے ساتھ ان کا معاملہ تقریباً یکساں ہے، بلکہ بعض اوقات بدخواہ اور غیر مخلص اشخاص مسلمانوں میں زیادہ ہر دلعزیز اور معتمد بن جاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ ”مومن سانپ کے ایک سوراخ سے دو بار نہیں ڈسا جاتا، لیکن مسلمان ممالک کے باشندے ہزار ہزار بار ڈسے جانے کے لیے تیار رہتے ہیں۔ ان کا حافظہ نہایت کمزور ہے وہ اپنے قائدین اور راہنماؤں کے ماضی کو اور ماضی قریب کے واقعات کو فوراً بھول جاتے ہیں، ان کا دینی اور شہری شعور کمزور اور سیاسی شعور تقریباً ناپید ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ غالب قوموں اور خود غرض راہنماؤں کا بازیچہ اطفال بنے ہوئے ہیں اور آسانی کے ساتھ ان کا رخ ہر طرف موڑا جاسکتا ہے۔ حکومتیں ان کی مرضی کے خلاف فیصلے کرتی رہتی ہیں اور جس طرف چاہتی ہیں ایک لاٹھی سے ہانک لے جاتی ہیں۔

(مولانا سید ابوالحسن علی ندوی)

الاعنصل

یکے از مطبوعات دارالدعوة السلفية

06 رجب المرجب 1434 ھ جمعہ المبارک 17 تا 23 مئی 2013ء

شماره 20 جلد 64

مجلس ادارت

- شیخ الحدیث حافظ ثناء اللہ مدنی
- مولانا محمد اسحاق بھٹی
- مولانا ارشد الحق اثری
- ملک عصمت اللہ قلغوی
- حافظ حماد شاہر
- حماد الحق نعیم

مدیر مسئول

- حافظ احمد شاہر

مینجر

- محمد سلیم چنیوٹی 0333-4786507

کمپوزنگ

- رضا اللہ ساجد 0344-4656461

جواہر پارے

بیداری میں تقویٰ

کلمہ طیبہ

شعور کی تربیت

اداریہ

(مولانا سید ابوالحسن علی ندوی)

درس قرآن

تفسیر سورة الصّٰفّٰت (۴)

درس حدیث

”کتاب الایمان“ (۸)

اصلاح عقیدہ

اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟ (۱)

اصلاح معاشرہ

اکل حلال (۲) آخری

دعوت نکر

پچی توبہ

تعارف کتب

”گلستانِ حدیث“: ایک تعارفی مطالعہ

تذکرہ علمائے اہل حدیث

حافظ عبید اللہ انور رٹھور: حیات و خدمات

تبصرہ کتب

مستون تسمیہ

شعر و ادب

پاکستان کے حکمران مجلوم یا آزاد

(حافظ احمد شاہر)

(مولانا ارشد الحق اثری)

(ایم جعفر عبدالحامد الی)

(امجد عنبیہ)

(موجب الرحیم)

(فخر اسلام)

(مولانا رفیع احمد رئیس ملتی)

(فاروق الرحمن یزدانی)

(موجب الرحیم)

(ماہر القادری)

خط کتابت کے لیے : ہفت روزہ الاعتصام، 31 شیش محل روڈ، لاہور
 کرنٹ اکاؤنٹ نمبر : ABL 2466-4 بلال گنج پراج لاہور
 فون نمبر : 042-3735 4406
 فیکس نمبر : 042-37229802
 رجسٹرڈ نمبر : CPL : 12

فی پرچہ : 12/- روپے
 سالانہ : 500/- روپے
 بیرونی ممالک سے : 200/- ریال }
 60/- ڈالر امریکی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

E-Mail: al.aitisam@gmail.com

پرنٹر: پرنٹ یارڈ پرنٹرز، لاہور۔ ناشر: حافظ احمد شاہر، مقام اشاعت: 31 شیش محل روڈ لاہور 54000

خواہشات نہیں ضروریات

ایکشن کی بلی تھیلے سے باہر آ چکی ہے۔ نا تجربہ کاروں کو کچھ نشستیں تجربے کے لیے مل گئیں۔ خام کار جو پانچ سال..... لوٹتے یا..... بوتے رہے انھوں نے وہ کاٹ لیا اور وفا کا یقین دلانے والے، وعدے وعید کرنے والے اور کچھ نہ کچھ کرنے والے حیت گئے، تجربہ حاصل کرنے والے کیا سیکھتے ہیں، خام کار اپنا مستقبل کیسے بناتے بگاڑتے یا سنوارتے ہیں اور ایفائے عہد کچھ مزید پا کر کچھ نبھایا جاتا ہے یا گنوا کر اور نئے عہد و پیمان میں دین مقدم ہوتا ہے، وطن کا مفاد عزیز رکھا جاتا ہے، آقا کی خوشنودی طبع کا لحاظ رکھا جاتا ہے یا حالات کی پل صراط پہ چل کر اپنی سیاسی بصیرت و صلاحیت کا لوہا منوایا جاتا ہے۔ یہ فیصلہ وقت کرے گا اور یہی فیصلہ عوام اور وطن کے مستقبل کا سنگ میل ہوگا۔

ہمارے خیال میں مسلم لیگ (ن) کے لیڈروں اور کارکنوں کو توقع سے بڑھ کر جس کامیابی سے اللہ تعالیٰ نے نوازا ہے اس پر اس کی قیادت کو خصوصاً اور کارکنوں کو عموماً بارگاہِ صدی میں سجدہٴ تشکر بجالانا چاہیے اس کامیابی کی نسبت نہ عقل و دانش کی طرف کرنی چاہیے، نہ مال و زر پر اور نہ ہی ”در مدح خود طنز وہ مے سراید“ کے مطابق اس کو اپنی کارکردگی کا مہر ہون منت باد کرنا چاہیے اس فتح و کامرانی پر اللہ تعالیٰ کے حضور اسی طرح جھک جانا چاہیے جس طرح پھل دار درخت اپنی ثمر آوری پر سرنگوں ہو جاتا ہے۔ بلکہ ن لیگ کا مذہبی ونگ قیادت کے ذہن کو حدیث مبارک ”کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ“ کا ترجمہ اور اس کی مکمل تشریح بتائے اور سنائے بلکہ بار بار سننا اور بتا کر قیادت کو اس ذمہ داری سے آگاہ کرے جو من جانب اللہ عوام نے ان کے سر پر ڈال کر کانٹوں کی بیج پر ان کو لاکھڑا کیا ہے۔ اور وہ اس کامیابی کو اللہ تعالیٰ کی نعمت..... بھی اور آزمائش بھی..... جانتے ہوئے کسی سپر طاقت یا قبر و مزار سے راہنمائی لینے کی بجائے بارگاہِ رب قدیر و رحیم سے راہنمائی لیں، رابطہ رکھیں اسی پر اعتماد کریں وہ ذات پاک اپنے بندوں کو کبھی بھی مایوس نہیں کرتی اور قلب و ذہن کی حضور سے کوشش کرنے والے کو ہدایت سے بھی نوازتی ہے۔ سورہ عنکبوت کی آیت نمبر ۲۹ میں فرمایا:

”اور وہ لوگ جنھوں نے ہمارے بارے میں کوشش کی ہم ضرور ہی انھیں اپنے راستے دکھا دیں گے اور بلاشبہ اللہ (تعالیٰ) یقیناً نیک کرنے والوں کے ساتھ ہے۔“

ن لیگ کی قیادت ہم سے کہیں زیادہ اور بہتر وطن کو درپیش مسائل کا علم رکھتی ہے، تاہم ہر انسان کی طرح دل و دماغ میں آئی باتیں شاید ہم بھی کہے بغیر نہ رہ سکیں۔

- ◉ میاں صاحب بڑی حکمت، تدبیر و دانائی اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے، اس کا حکم مانتے اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرتے ہوئے مناسب وقت پر جس کو آپ ہی بہتر جانتے ہیں کفار پر اعتماد کرنے، اُن کو ہم راز بنانے اور اُن کو دوست بنانے کی پاکستان کی دیرینہ پالیسی پر نظر ثانی فرمائیں۔
- ◉ میاں صاحب آپ نے جس طرح اپنی خاندانی روایت نبھاتے ہوئے جناب عمران خان کے لیے دعائے صحت اور فی الفور ان کی بیمار پرسی کر کے، پھر برادر خرد کو عیادت کے لیے لاہور بھیج کر اور پھر انتخابات میں کامیابی کے بعد ماضی کی انتخابی تلخیاں بھلانے کا اعلان کر کے بڑے پن کا ثبوت دیا اسی طرح اب آپ تمام سیاسی جماعتوں کو اپنے ہاں مدعو کر کے مستقبل کے روشن پاکستان کے لیے شریک مشورہ کریں۔
- ◉ جو جو فرد اور جو جو پارٹیاں جہاں جہاں کامیاب ہوئی ہیں ان کے ساتھ بھرپور تعاون کریں۔ آپ کے اس طرح کے اقدامات ہمارے خیال میں ان شاء اللہ وطن عزیز کے استحکام کے لیے بہت مفید ہوں گے۔

○ اسی طرح P.T.I کو جہاں اکثریت (یا عوام کا جس قدر اعتماد) ملی ہے وہاں حکومت بنانے میں اس کے ساتھ بھرپور تعاون کریں۔ یہ بھی انصاف اور استحقاق کا تقاضا ہے۔

○ آپ کا خاندان کاروباری ہے اور ہمارے خیال میں کاروبار صرف پیسے کمانے ہی کا نام نہیں بلکہ اصلاً پیسہ بچانے کا نام ہے، حکومتی اخراجات میں بچت اس وقت ملک کی سب سے بڑی ضرورت ہے خصوصاً ایندھن اور توانائی کی بچت۔ اگر اسراف و تبذیر اور جاوے جانوازشات پر کنٹرول ہی نہیں اس سے گریز بھی کریں تو بدعنوانی کے امکانات بہت کم رہ جاتے ہیں۔

○ جناب میاں صاحب! عالمی سربراہان آپ کو پیغامات تہنیت بھیج رہے ہیں ان میں بھارتی وزیراعظم من موہن سنگھ بھی ہیں اور اس کے علاوہ بعض دیگر بھارتی شخصیات کے مبارک بادی کے پیغامات بھی نظر سے گزر رہے ہیں۔ امید ہے کہ آپ اپنی پاکستانیت..... جس پر اس دفعہ عوام نے آپ پر بھرپور اعتماد کیا ہے..... پر تجارت و مروت کو غالب نہیں آنے دیں گے۔ تاہم تقریب حلف برداری میں بھارتی وزیراعظم کو دعوت؟

○ بے شک ”رموز سلطنت خسرواں دانند“ کا محاورہ معروف اور صحیح ہے لیکن ضروریات زندگی خصوصاً خوراک، ادویات، لباس اور توانائی..... بجلی و گیس..... کی ناقابل برداشت مہنگائی نے عوام کی چیخیں نکال رکھی ہیں۔

○ میاں صاحب خصوصاً آٹا..... کہ پاکستان میں دانہ گندم پر ہی مدار حیات ہے،..... ہم اگر بھولتے نہیں تو جناب چھوٹے میاں صاحب ہی کے دور حکومت میں آٹا = ۲۴۰ روپے من سے زبردگار کر = ۶۰۰ روپے من تک جا پہنچا تھا پھر بعد میں حکومت وقت نے اس کی قیمت = ۱۴۰ روپے من کر کے قوم پر ”احسان“ کیا تھا۔ لیکن پھر زقندیں تو لگتی رہیں کسان سے خیر خواہی کے نام پر لیکن تجوریاں بھرتی رہیں ذخیرہ اندوزوں کی اور کم و بیش یہی صورت حال چاولوں کی ہے۔ آپ ترقیاتی اور صوابدیدی فنڈ زان کسانوں کو عطا کر کے ان کی اور ان کی نسلوں کی دعائیں حاصل کریں۔

○ اسی طرح بجلی و گیس کہ یہ دونوں ہر صنعت کی ضرورت اور ہر گھر کا لازمہ ہیں۔ آپ کاروباری مہارت بجلی خریدتے وقت کام میں لائیں اور جتنی زیادہ سے زیادہ رعایت حاصل کریں اور گیس تو اپنی ہی ہے اس کو اگر صنعتوں تک محدود کر دیں تو معیشت بہتر ہونے کی توقع کی جاسکتی ہے۔ یہ آپ کا ان عوام کو تحفہ ہوگا جنہوں نے آپ سے بے پایاں محبت کا اظہار کیا ہے۔

○ سابقہ حکومت اپنے لوٹ کھسوٹ کے ایجنڈے کے مطابق ہر ماہ پٹرول پر اپنے نفع میں اضافہ کرتی رہی۔ آپ نہ صرف نفع کی اس بڑھوتی کو روکیں بلکہ مزید نفع کم کر دیں کہ مہنگائی کرنے والے عناصر نے یہی آڑ لے رکھی ہے۔

○ نثار خانے میں طوطی کی آواز تو کون سنے گا تاہم ہم ادائیگی فرض ادا کرتے ہوئے آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ سینٹ، قومی و صوبائی اسمبلیوں کے معزز ممبران کو نقد تنخواہ آپ جتنی مرضی دیں لیکن ٹیلی فون، گیس، تیل اور بجلی کی ان کو چھوٹ نہ دیں اور نہ ہی اس طبقے کو لوڈ شیڈنگ سے مستثنیٰ کریں اور اس طرح قانون کو سب پر نافذ کریں، قانون کی خلاف ورزی پر محمود وایا ز کو ایک صف میں کھڑا کرنے کی روشن مثال اسی طرح قائم کر دیں جس طرح عدالت عظمیٰ کر رہی ہے۔

افغان جہاد میں شریک مسلم امہ کے سپہوتوں کی امریکی حوالگی اگرچہ آپ ہی کے ایک دور حکومت میں شروع ہوئی تھی تاہم آپ کفارے کے طور پر اس ٹرم میں اہل دین کا اکرام کریں کہ یہ آپ کی خاندانی روایت بھی ہے ان کو وہ عزت و مقام دیں جو ان کا استحقاق ہے کہ مسلمان کی زندگی کی ہر خوشی و غمی ان کی شرکت کے بغیر پایہ تکمیل کو نہیں پہنچتی۔ نامشرف دور حکومت کی اسلام کش اور اہانت علماء پالیسی نے یہ حقیقت اب واضح کر دی کہ جنہیں حقیر سمجھ کر بھجوا دیا تو نے وہی چراغ جلیں گے تو روشنی ہوگی

میاں صاحب مذکورہ بالا گزارشات متوسط بلکہ تیسرے طبقے کی خواہشات نہیں بلکہ ضروریات ہیں۔

تفسیر سورة الصّٰفّٰت

مولانا ارشاد الحق اثری رحمہ اللہ

بہت تکبر کرنے والے ہیں۔“

ایک اللہ کی دعوت پر اللہ تعالیٰ نے ان کی کیفیت یوں بھی بیان فرمائی ہے:

﴿وَإِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَحْدَهُ اشْبَهَتْ قُلُوبُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَإِذَا ذُكِرَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ﴾ [الزمر: ۴۵]

”اور جب اس اکیلے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان لوگوں کے دل تنگ پڑ جاتے ہیں جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے اور جب ان کا ذکر ہوتا ہے جو اس کے سوا ہیں تو اچانک وہ بہت خوش ہو جاتے ہیں۔“

کفار کی اسی کیفیت کا اظہار سورہ بنی اسرائیل (آیت ۴۶) میں بھی ہوا ہے۔ ان کے اسی تہر اور تعجب کے جواب میں گویا اللہ تعالیٰ نے تین قسموں کے ساتھ مزید دو مؤکد لفظوں سے فرمایا ہے: بے شک تمہارا معبود یقیناً ایک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ جنہیں تم نے اللہ کی بیٹیاں سمجھ کر معبود بنا رکھا ہے وہ تو خود بڑے احترام سے صفیں باندھے اللہ کے عبادت گزار ہیں اور اللہ کی تسبیح و تحمید میں مصروف ہیں اور اس کے احکام کی ذمہ داریاں نبھانے میں لگے ہوئے ہیں۔

﴿رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ یہ ان کی خبر ثانی ہے یا واحد کا بدل ہے، یا مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ (فتح القدیر)

اللہ تعالیٰ نے اپنے وحدہ لا شریک ہونے کا اعلان قسم اور یقینی حروف کے ساتھ ہی نہیں کیا بلکہ ساتھ دلیل بھی بیان فرمائی ہے کہ وہی اللہ واحد آسمانوں اور زمین اور ان کے مابین ساری چیزوں کا رب ہے۔ کفار مکہ اس حقیقت کو تسلیم کرتے تھے کہ زمین و آسمان کا رب

﴿إِنَّ إِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا

بَيْنَهُمَا رَبُّ الْمَشَارِقِ ﴿﴾ [الصّٰفّٰت: ۵، ۴]

”بے شک تمہارا معبود یقیناً ایک ہے۔ جو آسمانوں اور زمین کا اور ان دونوں کے درمیان کی چیزوں کا رب ہے اور تمام مشرقوں کا رب ہے۔“

پہلی آیات میں فرشتوں کی قسم کا ذکر ہے جنہیں مشرکین اللہ کی بیٹیاں سمجھتے تھے۔ اس سورہ میں ان کی قسم کھائی اور ان کے اوصاف کو گویا گواہ بنا کے کہا گیا ہے کہ وہ تو خود اللہ کے سامنے بڑے احترام و سلیقے سے اللہ کی بندگی میں اور اس کی تسبیح و تحمید میں ہمہ وقت مصروف ہیں اس لیے فرشتوں کا اللہ تعالیٰ سے تعلق اولاد کا نہیں بندگی کا ہے۔

﴿إِنَّ إِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ﴾ یہ اوپر کی آیات میں قسم کا مقسم علیہ ہے کہ بے شک تمہارا معبود یقیناً ایک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قسم ”ان“ اور ”ل“ کے الفاظ سے، جو تاکید کے لیے ہیں، یہ بات اس لیے فرمائی ہے کہ کفار اس پر تعجب کا اظہار کرتے اور بڑے جذبہ ہوتے تھے کہ ﴿أَجْعَلِ الْاِلٰهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجَابٌ﴾

[ص: ۵]

”کیا اس نے تمام معبودوں کو ایک ہی معبود بنا ڈالا؟ بلاشبہ یہ یقیناً بہت عجیب بات ہے۔“

ایک اور مقام پر فرمایا ہے:

﴿إِلٰهَكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْآخِرَةِ قُلُوبُهُمْ مُّنْكَرَةٌ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُونَ﴾ [النحل: ۲۲]

”تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے، پس وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل انکار کرنے والے ہیں اور وہ

صرف اللہ ہے۔

﴿قُلْ مَنْ رَبُّ السَّمَوَاتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ۝ سَيَقُولُونَ لِلَّهِ قُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ ۝﴾

[المؤمنون: ۸۶، ۸۷]

”کہہ ساتوں آسمانوں کا رب اور عرش عظیم کا رب کون ہے؟ ضرور کہیں گے اللہ ہی کے لیے ہے۔ کہہ دے پھر کیا تم ڈرتے نہیں؟“

مشرکین متعدد معبودوں کی پرستش کرتے تھے مگر وہ اس دعوے کی جرات نہیں کرتے تھے کہ ہمارے معبودوں نے زمین و آسمان یا ان کے مابین جو کچھ ہے ان میں سے کسی چیز کو پیدا کیا ہے یا یہ کہ انھیں ان میں کسی قسم کے تصرف کی قدرت حاصل ہے۔ لیکن انھیں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شریک بناتے تھے اور اپنے بے بنیاد عقیدے کی بنا پر سمجھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ انتظام و انصرام ان کے بھی سپرد کر رکھے ہیں۔ یہاں اسی تناظر میں اس حقیقت کا بیان ہے کہ ساتوں آسمانوں اور زمین میں اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے ان سب کا رب کون ہے؟ اور تمام مشرقوں کا رب کون ہے؟ کس کے حکم سے سورج روزانہ مختلف مقامات سے طلوع ہوتا ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جھگڑنے والے نمرود سے بھی کہا تھا:

﴿فَإِنَّ اللَّهَ يَأْتِي بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ ۚ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝﴾ [البقرة: ۲۵۸]

”پھر اللہ تو سورج کو مشرق سے لاتا ہے، پس تو اسے مغرب سے لے آ، تو وہ جس نے کفر کیا حیرت زدہ رہ گیا اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔“

عالم اسفل کے بارے میں موہوم اختیار کے دعویٰ داروں پر جب بھی عالم علوی کے حوالے سے کفار و مشرکین سے سوال ہوا تو اس کا جواب سوائے بے بسی کے نہیں آیا۔ یہی اسلوب استدلال یہاں ہے کہ معبود ایک ہے جو آسمانوں اور زمین کو اور ان کے مابین سورج،

چاند، ستارے، ہوا، بادل، بارش، شجر و حجر، بر و بحر اور ان میں پھیلی ہوئی ان گنت مخلوق کا خالق اور پروردگار ہے۔ فرشتوں کا بھی اس میں کوئی عمل دخل نہیں ان کے ذمے اگر کچھ ذمہ داریاں ہیں تو ان کی حیثیت کارندوں اور فرمانبردار سفیروں کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں شراکت کی نہیں۔ اگر ان کے پیدا کرنے اور ان کے انتظام میں کسی اور کا عمل ہوتا تو یہ نظام برقرار نہ رہ سکتا۔ اسی لیے فرمایا ہے:

﴿لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا﴾

[الأنبياء: ۲۲]

”اگر ان دونوں میں اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہوتے تو وہ دونوں ضرور بگڑ جاتے۔“

توحید الوہیت پر توحید ربوبیت سے یہ استدلال قرآن پاک میں جا بجا پھیلا ہوا ہے۔ ایک جگہ بالکل یہی اسلوب یوں بیان ہوا ہے:

﴿وَالْهُكْمُ إِلَهُ ۖ وَالْإِلَٰهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ ۝ إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَّاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ وَتَصْرِيفِ الرِّيْحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝﴾

[البقرة: ۱۶۳، ۱۶۴]

”اور تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔ بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے، رات اور دن کے بدلنے میں، ان کشتیوں میں جو سمندر میں وہ چیزیں لے کر چلتی ہیں جو لوگوں کو نفع دیتی ہیں اور اس پانی میں جو اللہ نے آسمان سے اتارا، پھر اس کے ساتھ زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر دیا اور اس میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیے اور ہواؤں کے بدلنے میں اور اس بادل میں جو آسمان و زمین

کے درمیان مسخر کیا ہوا ہے، ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو سمجھتے ہیں۔“

یہاں بھی آسمانوں اور زمین اور ان کے مابین تمام امور کے بارے میں فرمایا کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کے انتظام و انصرام میں ہے اور وہی اکیلا تمہارا معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

﴿وَرَبُّ الْمَشَارِقِ﴾ اور وہی تمام مشرقوں کا رب ہے۔ علامہ راغب نے کہا ہے کہ المشرق و المغرب جب مفرد ہوں تو ان میں شرقی اور غربی جہت مراد ہوتی ہے۔ جیسے فرمایا:

﴿رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا﴾ [المزمل: ۹]

”مشرق و مغرب کا رب ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، سو اس کو کارساز بنا لے۔“

اور جب تشبیہ ہوں تو موسم سرما اور گرما کے دو مشرق اور دو مغرب مراد ہوتے ہیں، جیسے فرمایا:

﴿رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ﴾ [الرحمن: ۱۷]

”وہ دونوں مشرقوں کا رب ہے اور دونوں مغربوں کا رب ہے۔“

اور جب یہ جمع کا صیغہ ہو تو ہر روز کا مشرق، مغرب مراد ہوتا ہے یا ہر موسم کا، جیسے یہاں ہے:

”وَرَبُّ الْمَشَارِقِ“ ایک اور مقام پر ہے:

﴿فَلَا أُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغْرِبِ إِنَّا لَقَدِرُونَ﴾

﴿عَلَىٰ أَنْ تُبَدِّلَ خَيْرًا مِنْهُمْ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوقِينَ﴾

[المعارج: ۴۰، ۴۱]

”پس نہیں! میں قسم کھاتا ہوں مشرقوں اور مغربوں کے رب کی! کہ بے شک ہم یقیناً قدرت رکھنے والے ہیں۔ اس پر کہ ان کی جگہ ان سے بہتر لوگ لے آئیں اور ہم ہرگز عاجز نہیں ہیں۔“

ہر روز طلوع آفتاب کا زاویہ دوسرے دن سے کچھ مختلف ہوتا ہے

یوں سال کے ۳۶۵ ایام کے مشارق ۳۶۵ ہیں اور مغارب بھی ۳۶۵ ہیں۔ بلکہ زمین پر سورج بیک وقت طلوع نہیں ہوتا، مختلف حصوں پر مختلف اوقات میں طلوع ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے ”مشارق“ کہا گیا ہے۔

مغرب چونکہ مشارق کے تحت ہے اس لیے یہاں صرف ”المشارق“ کا ذکر ہے تاہم ایک جگہ مشارق و مغارب دونوں کا بھی ذکر ہے۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہوا ہے۔ تاہم امام رازی نے فرمایا ہے یہاں ذکر اگرچہ ایک سمت کا ہے مگر مراد دونوں جانب ہیں، جیسے فرمایا:

﴿جَعَلْ لَكُمْ سَرَابِئِلَ تَقِيكُمْ الْحَرَّ﴾ [النحل: ۸۱]

”اور تمہارے لیے کچھ قیصیں بنائیں جو تمہیں گرمی سے بچاتی ہیں۔“

حالانکہ قیص گرمی اور سردی دونوں سے بچاؤ کا ذریعہ ہے۔ مگر ذکر صرف گرمی کا کیا ہے۔ یہ گویا دلیل ہے کہ معبود وہی ہو سکتا ہے جو آسمانوں کا زمین کا اور ان کے مابین ساری مخلوق کا خالق و مالک ہے۔ جنہوں نے کچھ بنایا نہیں نہ اللہ کی بنائی ہوئی کسی چیز میں ان کا کوئی اختیار ہے وہ مستحق عبادت نہیں۔

معلومات داخلہ برائے سعودی یونیورسٹی

وہ حضرات جنہوں نے پچھلے پانچ سالوں میں ایف اے یا اس کے مساوی، یا کسی دینی مدرسے سے العالیۃ کی سند حاصل کی ہو اور ان کی عمر ۲۳ سال سے زائد نہ ہو، یا پچھلے پانچ سالوں میں بی اے کی سند حاصل کی ہو اور عمر ۳۰ سال سے زائد نہ ہو۔

رابطہ: پروفیسر ڈاکٹر رانا خالد مدنی (فاضل مدینہ یونیورسٹی پی ایچ ڈی) سابق مترجم مولانا شریف، مسجد نبوی، مدینہ منورہ

چیئر مین ادارہ اشاعت اسلام لاہور

رابطہ: 0306-4476055

تحفة الاخوان
ترجمة
کتاب الایمان

ترجمہ: ابو حمزہ عبدالحمید المری

مؤلف: ابو بکر ابن ابی شیبہ

دوسرے مذہب والے کہتے ہیں کہ ہمارے پہلے لوگ ہمیں روزانہ نماز پانچ گانہ کا حکم دیتے تھے جب کہ صرف دو نمازیں عشاء اور صبح کی ہیں۔“

۶۶۔ عن أبي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: ((الإيمان ستون أو سبعون أو أحد العددين، أعلاها شهادة أن لا إله إلا الله، وأدناها إماطة الأذى عن الطريق، والحياء شعبة من الإيمان.)) (صحیح)

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایمان کے ساٹھ یا ستر حصے ہیں۔ اعلیٰ درجہ (ایمان) کا (لا الہ الا اللہ کی گواہی دینا ہے، اور کم از کم درجہ راستے سے موڑی شے کا دور کرنا ہے اور حیا ایمان کا حصہ ہے۔“

۶۷۔ عن سالم عن أبيه قال: قال رسول الله ﷺ: ((الحياء من الإيمان.)) (صحیح)

”سالم اپنے والد (عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حیا ایمان کا حصہ ہے۔“

۶۸۔ عن حبة العرنی قال: كنا مع سلمان وقد صاففنا العدو، فقال: هؤلاء المؤمنون، وهؤلاء المنافقون، وهؤلاء المشركون، فينصر الله المنافقين بدعوة المؤمنين، ويؤيد الله المؤمنين بقوة المنافقين.))

(اسنادہ جید)

۶۴۔ عن أنس عن النبي ﷺ قال: تكون بين يدي الساعة فتن كقطع الليل المظلم، يصبح الرجل فيها مؤمناً، ويمسي كافراً، ويصبح كافراً، ويمسي مؤمناً. (صحیح)

”انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: قیامت سے پہلے فتنے ہوں گے اندھیری رات کے حصوں کی طرح کہ آدمی صبح کرے گا اس حال میں کہ مومن ہوگا اور شام کرے گا اس حال میں کہ کافر ہوگا اور صبح کرے گا اس حال میں کہ کافر ہوگا اور شام کرے گا اس حال میں کہ مومن ہوگا۔“

۶۵۔ قال حذيفة: إني لأعلم أهل دينين، أهل دينك الدينين في النار: أهل دين يقولون الإيمان كلام ولا عمل، وإن قتل وإن زنا، وأهل دين يقولون: (كان) أولونا - أراه ذكر كلمة سقطت عني - لتأمرنا بخمس صلوات كل يوم وإنما هما صلاتان صلاة العشاء وصلاة الفجر.

”حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں بے شک میں دو مذہب والوں کو جانتا ہوں جو دونوں جہنم میں ہوں گے، ایک مذہب والے کہتے ہیں کہ ایمان صرف زبان سے کلام (اقرار) ہے اور عمل نہیں ہے۔ اگرچہ وہ قتل کرے، زنا کا مرتکب ہو اور

”حبہ عرفی نے کہا کہ ہم حضرت سلمان (فارسی) رضی اللہ عنہ کے ساتھ دشمن کے سامنے صفیں بنا کر کھڑے تھے۔ انھوں نے فرمایا: یہ مومنین اور یہ منافقین ہیں اور یہ مشرکین ہیں تو اللہ تعالیٰ منافقین کو مومنین کی دعا سے فتح یاب کرتا ہے اور مومنین کی مدد منافقین کی طاقت سے کرتا ہے۔“

۶۹۔ عن أبي قرة قال: قال سلمان لرجل: لو قطعت أعضاء ما بلغت الایمان أو كما قال .
”ابو قرة کہتے ہیں کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی سے کہا: اگر تیرے (جسم کے) اعضا کاٹ دیئے جائیں تب بھی تو ایمان تک نہیں پہنچ سکتا۔“

۷۰۔ عن بكر قال: لو سئلت عن أفضل أهل المسجد فقالوا: تشهد أنه مؤمن مستكمل الإيمان بريء من النفاق؟ لم أشهد، ولو شهدت لشهدت أنه في الجنة. ولو سئلت عن شر أو أخبث - الشك من أبي العلاء - رجل فقالوا: تشهد أنه منافق مستكمل النفاق بريء من الإيمان؟ لم أشهد، ولو شهدت لشهدت أنه في النار.

”بکر بن عبداللہ مرنی نے کہا کہ اگر مجھ سے پوچھا جائے کہ اہل مسجد میں سے افضل کون ہے اور یہ کہ کیا تو گواہی دیتا ہے کہ وہ مکمل مومن اور نفاق سے بری ہے؟ تو میں یہ گواہی نہیں دوں گا اور اگر میں یہ گواہی دوں تو یہ گواہی ہوگی کہ وہ جنتی ہے۔ اور اگر مجھ سے پوچھا جائے کہ برا اور خبیث آدمی کون ہے کہ وہ کہیں کیا تو گواہی دیتا ہے کہ وہ پکا منافق اور ایمان سے بری ہے؟ تو میں یہ گواہی نہیں دوں گا اور اگر گواہی دوں تو یہ گواہی ہوگی کہ وہ جہنمی ہے۔“

۷۱۔ قال عبد الله بن عباس لغلمانه يدعو غلاما غلاما، يقول: ألا أزوجك؟ ما من عبد يزني إلا نزع الله منه نور الإيمان .
”حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے غلاموں کو اکیلا اکیلا بلایا اور ان سے فرمایا کہ کیا میں تجری شادی نہ کر دوں؟ کہ جو بندہ زنا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ایمان کا نور سلب (چھین) لیتا ہے۔“

۷۲۔ عن عائشة عن النبي ﷺ قال: لا يزني الزاني وهو مؤمن، ولا يسرق حين يسرق وهو مؤمن . (اسنادہ صحیح)

”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: زانی جب زنا کرتا ہے تو اس وقت وہ مومن نہیں ہوتا اور جب چور چوری کرتا ہے تو وہ اس وقت مومن نہیں ہوتا۔“

۷۳۔ عن ابی قلابہ: حدثنی الرسول الذی سأل عبد الله بن مسعود فقال: أنشدك بالله أتعلم أن الناس كانوا على عهد رسول الله ﷺ على ثلاثة أصناف، مؤمن السريرة، مؤمن العلانية، وكافر السريرة كافر العلانية، ومؤمن العلانية، كافر السريرة؟ قال: فقال: عبد الله: اللهم نعم، قال: فأنشدك بالله من أيهم كنت؟ قال: فقال: اللهم كنت مؤمن السريرة، مؤمن العلانية، أنا مؤمن . قال أبو إسحاق: فلقيت عبد الله بن مغفل فقلت: إن أناسا من أهل الصلاح يعيبون علي أن أقول أنا مؤمن، قال: فقال عبد الله بن مغفل: لقد خبت وخسرت إن لم تكن مؤمنا .

أحدہم أن یقول أنا مؤمن؟ فواللہ إن کان صادقاً لا یعذبہ اللہ علی صدقہ، ولئن کان کاذباً لما دخل علیہ من الکفر أشد من الکذب . (سندہ صحیح)

”ابراہیم تمہی رضی اللہ عنہ نے کہا: مومن ہوں، کہنے سے کسی پر کچھ نہیں، اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر وہ سچا ہے تو سچائی پر اللہ تعالیٰ اسے عذاب نہیں دے گا۔ اور اگر وہ جھوٹا دعویٰ کرتا ہے تو جس کفر میں وہ داخل ہوا ہے وہ جھوٹ سے شدید ہے۔“

۷۵۔ عن علقمة قال: قيل له أؤمن أنت؟ قال: أرجو .

”حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ان سے پوچھا گیا: آپ مومن نہیں؟ تو جواب دیا: امید یہی ہے۔“

”ایک آدمی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ میں تجھے اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا زمانہ نبوی میں لوگ تین اقسام کے تھے: (۱) ظاہر و باطن مومن، (۲) اندرونی و ظاہری کافر، (۳) ظاہری مومن اور باطنی کافر؟ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہاں بالکل ایسا ہی تھا۔ پھر سائل نے کہا کہ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ تو کن لوگوں میں سے تھا؟ جواب دیا کہ ”اللہ تعالیٰ کی قسم میں ظاہر و باطن مومن تھا۔ اب بھی مومن ہوں۔ ابواسحاق نے کہا کہ میں عبداللہ بن مغفل سے ملا اور کہا کچھ اہل صلاح لوگ میری اس بات کو معیوب سمجھتے ہیں کہ میں کہوں کہ میں مومن ہیں۔ تو عبداللہ بن مغفل نے جواب دیا کہ اگر تو مومن نہیں تو پھر تو خسارے میں گیا۔“

۷۴۔ عن إبراهيم التيمي قال: وما على

دس کتابیں مفت منگوائیں

ادارہ تبلیغ اسلام جام پور
کی طرف سے اہم اعلان

ادارہ تبلیغ اسلام جام پور کی طرف سے درج ذیل دس کتابیں مفت زیر تقسیم ہیں:

- | | | |
|---------------------------------|---|--------------------------|
| ۱: طلاق قرآن و سنت کی روشنی میں | ۲: مسلک اہل حدیث پر ایک نظر | ۳: صراطِ مستقیم کی پہچان |
| ۴: کتاب الکبائر | ۵: مسائل رمضان المبارک | ۶: مسائل زکاۃ |
| ۷: مسلمانوں کے شب و روز | ۸: عقیدہ کی خرابیاں اور ان سے بچنے کے طریقے | |
| ۹: آداب نماز | ۱۰: حرزِ اعظم | |

خواہش مند حضرات مبلغ پچاس روپے کے ڈاک ٹکٹ برائے ڈاک خرچ بھیج کر مفت طلب فرمائیں۔
ملک بھر کی تمام مساجد اہل حدیث کے منتظمین حضرات اہل حدیث کے امتیازی مسائل پر مشتمل سات اشتہارات کا معروف فورکٹر مدلل رنگین اور خوب صورت مکمل سیٹ منگوائیں اور فریم کروا کر مساجد میں آویزاں کریں۔ مسائل حقہ کی ترویج کا یہ بہترین ذریعہ ہے۔

نوٹ: فریم کروا کر آویزاں کرنے کا تحریری وعدہ آنا ضروری ہے۔ لٹرچر کی تقسیم پندرہ شعبان تک جاری رہے گی۔ ان شاء اللہ

(مولانا) محمد یونس راہی مدیر ادارہ تبلیغ اسلام جام پور، ضلع راجن پور، پنجاب۔ موبائل: 0333-8556473

اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟

ام عبد نبیب

اللہ تبارک وتعالیٰ کہاں ہے؟ یہ عقیدہ توحید کا بنیادی سوال ہے لیکن اس کو سمجھنے میں عام مسلمانوں کی کثیر تعداد نے غلطی کی ہے۔ انھیں اس سوال کے صحیح جواب پر اطمینان ہو بھی گیا تو وہ اس کی وضاحت کرنے یا اس کو سمجھنے میں کوئی یقینی، ٹھوس اور درست موقف نہ اپنا سکے۔ کسی بھی شرعی حکم یا مسئلے کو سمجھنے کے لیے بنیادی ماخذ فقط دو ہیں:

۱: قرآن حکیم۔

۲: احادیث رسول ﷺ۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا، نبی اکرم ﷺ کے اسوہ کو اس مومن کے لیے بہترین قرار دیا جو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اور آخرت کے دن کے قائم ہونے کی امید اور یقین رکھتا ہے۔

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا﴾ [الاحزاب: ۲۱]

”بلاشبہ یقیناً تمہارے لیے اللہ کے رسول میں ہمیشہ سے اچھا نمونہ ہے، اس کے لیے جو اللہ اور یوم آخر کی امید رکھتا ہو اور اللہ کو بہت زیادہ یاد کرتا ہو۔“

اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ جب اللہ اور اس کا رسول ﷺ کسی بات کے متعلق فیصلہ کر دیں تو اس کے متعلق دل میں تنگی محسوس کرنا یا اس کے صائب ہونے پر یقین نہ رکھنا منافقین کا کام ہے۔ ارشاد ہے:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيْٓ أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ

وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ [النساء: ۶۵]

”پس نہیں! تیرے رب کی قسم ہے! وہ مومن نہیں ہوں گے، یہاں تک کہ تجھے اس میں فیصلہ کرنے والا مان لیں جو ان کے درمیان جھگڑا پڑ جائے، پھر اپنے دلوں میں اس سے کوئی تنگی محسوس نہ کریں جو تو فیصلہ کرے اور تسلیم کر لیں، پوری طرح تسلیم کرنا۔“

جب مسلمانوں کے درمیان کسی شرعی مسئلے میں تنازع پیدا ہو جائے تو اسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف لوٹا دینے کا حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَ أُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾

[النساء: ۵۹]

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور ان کا بھی جو تم میں سے معاملے والے ہیں، پھر اگر تم کسی چیز میں جھگڑ پڑو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ، اگر تم اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہو، یہ بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے زیادہ اچھا ہے۔“

آئیے! قرآن وحدیث سے یہ معلوم کریں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات کہاں ہے؟

اللہ تعالیٰ عرش پر ہے:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”کچھ شک نہیں تمہارا پروردگار اللہ ہی ہے، جس نے آسمان اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا، پھر عرش پر مستوی ہوا، وہی رات کو دن کا لباس پہناتا ہے کہ وہ اس کے پیچھے دوڑتا چلا آتا ہے۔“

﴿اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمُوتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ مَا لَكُمْ مِّنْ دُونِهِ مَن وَّلِيٍّ وَلَا شَفِيعٍ إِلَّا تَتَذَكَّرُونَ﴾

[السجده: ۴]

”اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین اور ان دونوں کے درمیان کی ہر چیز کو چھ دنوں میں پیدا کیا، پھر وہ عرش پر بلند ہوا، اس کے سوا تمہارا نہ کوئی دوست ہے اور نہ کوئی سفارش کرنے والا۔ تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے۔“

﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمُوتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا﴾ [الحديد: ۴]

”وہی ذات ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا، پھر عرش پر مستوی ہوا جو چیزیں زمین میں داخل ہوتی ہیں اور جو اس سے نکلتی ہیں ان کو جانتا ہے۔“

غور کیجیے! قرآن حکیم میں ان سات مقامات پر اللہ تعالیٰ نے اپنے بارے میں خود وضاحت کی کہ وہ عرش کے اوپر مستوی ہے۔ اس استوی کی صورت کیا ہے؟ اس کے متعلق ہم کچھ نہیں جانتے۔ نہ اس کا تصور کر سکتے ہیں، نہ اس کی کوئی شکل اپنے ذہن میں لاسکتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ انسانی مخلوقات کی سوچ اور تصور سے بہت بلند ہے۔

عرش کیا ہے:

عرش کا ترجمہ عموماً تخت کیا جاتا ہے۔ ایسی چیز جو عام سطح سے اونچی بنائی جائے اور اس پر بیٹھا جائے جیسا کہ تقریبات میں اسٹج بنایا جاتا ہے، اسی لیے بحری جہاز کے سب سے اوپر کے حصے کو عرش کہتے ہیں کیونکہ اس کی سطح پورے جہاز سے بلند ہوتی ہے اور نمایاں بھی۔

﴿إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمُوتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ يُدِيرُ الْأَمْرَ﴾ [یونس: ۳]

”بے شک تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا پھر عرش پر مستوی ہوا، وہی ہر کام کا انتظام کرتا ہے۔“

﴿الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَىٰ لَهُ مَا فِي السَّمُوتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرَىٰ وَإِنْ تَجَهَّرَ بِالنُّقُولِ فَإِنَّهُ يَعْلَمُ السِّرَّ وَأَخْفَىٰ﴾ [طہ: ۵-۷]

”رحمان عرش پر مستوی ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اور جو کچھ تحت الثری (زمین کے نیچے) ہے سب اسی کا ہے اور اگر تم بات اونچی (آواز سے) کہو تو وہ ہرچھپے بھید اور خفیہ چیز تک کو جانتا ہے۔“

﴿اللَّهُ الَّذِي رَفَعَ السَّمُوتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ﴾ [الرعد: ۲]

”اللہ وہی تو ہے جس نے ستونوں کے بغیر آسمان، جیسا کہ تم دیکھتے ہو، (اتنے) اونچے بنائے، پھر عرش پر مستوی ہوا۔“

﴿الَّذِي خَلَقَ السَّمُوتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ الرَّحْمَنُ فَاسْأَلْ بِهِ خَبِيرًا﴾ [الفرقان: ۵۹]

”وہ ذات جس نے آسمان کو اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے، چھ دن میں پیدا کیا، پھر عرش پر مستوی ہوا، (وہ جس کا نام) رحمان ہے سو اس کا حال کسی باخبر سے دریافت کرلو۔“

﴿إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمُوتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ يُعْشَى الْيَلِ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيفًا﴾ [الاعراف: ۵۴]

قرآن حکیم میں یہ لفظ تخت کے معنوں میں بھی آیا ہے۔
یوسف علیہ السلام کے پاس جب ان کے والدین اور قبیلے والے کنعان
سے مصر آئے تو اللہ تعالیٰ نے بتایا:

﴿وَرَفَعَ أَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ ...﴾ [یوسف: ۱۰۰]

”اور اس نے اپنے والدین کو تخت پر بٹھایا.....“

ملکہ سبا کے تخت کے متعلق ہد ہد نے سیدنا سلیمان علیہ السلام سے کہا:

﴿وَأَلَهَا عَرْشٌ عَظِيمٌ﴾ [النمل: ۲۳]

”اور اس عورت کا تخت بہت بڑا ہے۔“

قرآن حکیم میں رب تعالیٰ کے عرش کی تعریف ان آیات والفاظ
میں بتائی گئی ہے:

﴿فَسُبْحَنَّ لِلَّهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ﴾

[الأنبياء: ۲۲]

”پس پاک ہے وہ اللہ جو عرش کا رب ہے اس سے جو وہ

وصف بیان کرتے ہیں۔“

﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ﴾

[النمل: ۲۶]

”اللہ نہیں ہے کوئی معبود برحق مگر وہی جو عرش عظیم کا رب ہے۔“

﴿ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ﴾ [البروج: ۱۵]

”بزرگی والا عرش کا مالک ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بتایا کہ فرشتے عرش عظیم کے گرد طواف کرتے
ہیں، فرمایا:

﴿وَتَرَى الْمَلَائِكَةَ حَافِّينَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُونَ

بِحَمْدِ رَبِّهِمْ﴾ [الزمر: ۷۵]

”اور تو دیکھے گا فرشتوں کو عرش کے گرد گھیرا کیے ہوئے اپنے

رب کی حمد کے ساتھ پاکی بیان کرتے ہیں۔“

﴿الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ

رَبِّهِمْ﴾ [الغافر: ۷]

”جو عرش کو اٹھاتے ہیں اور اس کے گرد ہیں اپنے رب کی حمد

کے ساتھ پاکی بیان کرتے ہیں۔“

میدان قیامت کا نقشہ بتاتے ہوئے فرمایا:

﴿وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ﴾

[الحاقة: ۱۷]

”اور ان پر تیرے رب کا عرش اس دن آٹھ فرشتے

اٹھائیں گے۔“

جبرائیل علیہ السلام کے مقام و مرتبہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ذِي قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ﴾ [التكوير: ۲۰]

”قوت والا عرش والے کے ہاں بلند مرتبہ والا۔“

ان تمام آیات سے پتا چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے عرش عظیم
کے لیے لفظ تو عربی زبان ہی کا استعمال کیا لیکن اس کے عرش کی
کیفیت کیا ہے؟ اسے ہم اپنے تصور میں نہیں لاسکتے۔ نہ ہی ہم اس کی
کوئی شکل بنا سکتے ہیں۔ بس ہمیں یہ معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش عظیم
و مجید کا مالک ہے اور اس نے اسی عرش عظیم پر استوی کیا ہے۔
اس کے علاوہ ہم کچھ بھی نہیں جانتے۔

عرش کہاں ہے؟

قرآن حکیم اور احادیث رسول ﷺ سے یہ پتا چلتا ہے کہ اللہ
تعالیٰ کا عرش سات آسمانوں کے اوپر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آسمان
اور زمین کے بعد عرش کا ذکر کیا ہے، فرمایا:

﴿سُبْحَنَّ رَبِّ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا

يَصِفُونَ﴾ [الزخرف: ۸۲]

”آسمانوں اور زمین کا مالک اور عرش کا مالک ان (شریک)

چیزوں سے پاک ہے جو یہ (مشرک) بیان کرتے ہیں۔“

رب کریم کا ایک نام الْعَلِيُّ اور الرَّفِيعُ بھی ہے۔ جن کا مطلب
ہے بلند اور برتر۔ رب کریم کی بلندی اس بات کی متقاضی ہے کہ وہ
کائنات کی تمام چیزوں سے بلند و برتر ہو، چنانچہ ارشاد ہے:

﴿رَفِيعُ الدَّرَجَاتِ ذُو الْعَرْشِ﴾ [الغافر: ۱۵]

”وہ درجاتِ عالی کا اور عرش کا مالک ہے۔“

کیا کہو گے؟ سب (صحابہ رضی اللہ عنہم) نے عرض کیا: ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا اور رسالت کا حق ادا کر دیا اور امت کی خیر خواہی کی۔ پھر آپ نے شہادت کی انگلی سے اشارہ کیا۔ آپ اسے آسمان کی طرف اٹھاتے تھے اور لوگوں کی طرف جھکاتے اور کہتے جاتے: اے اللہ گواہ رہ! اے اللہ گواہ رہ! اے اللہ گواہ رہ!“

(صحیح مسلم، باب نبی کے حج کا بیان)

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! گواہ رہ اور یہ سب لوگ اس پر گواہ ہیں کہ میں نے تیرے دین کی تبلیغ میں کوئی کوتاہی نہیں کی اور اسے لوگوں تک پہنچا دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو مخاطب کرتے ہوئے انگشت شہادت سے آسمان کی جانب اشارہ کیا، جس سے یہ پتا چلتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات آسمانوں کے اوپر عرش پر مستوی ہے۔

معراج کی رات رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کی انتہا تک پہنچایا۔ اس حدیث میں سات آسمانوں تک پہنچ جانے کے بعد کے ذکر میں ہے:

”جبرائیل علیہ السلام آپ کو اس سے بھی اوپر لے گئے یہاں تک کہ آپ سدرة المنتہی پر آئے اور اللہ رب العزت کے قریب ہوئے، ایسا قریب جیسا کہ کمان کے دونوں کنارے یا اس سے بھی زیادہ قریب۔“ (صحیح بخاری: ۷۵۱۷، طویل حدیث کے درمیان کا ایک حصہ)

جب انسان اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے تو وہ اپنے ہاتھوں کا رخ آسمان کی جانب کرتا ہے اور اسے پیالے کی صورت دیتا ہے کیونکہ ان ہاتھوں میں خیرات ڈالنے والا آسمانوں کے اوپر ہے، اگر وہ کسی اور جگہ ہوتا تو رخ آسمانوں کی طرف نہ کیا جاتا۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہمارا رب تعالیٰ ہر رات آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے، اس وقت جب رات کا آخری تہائی حصہ رہ جاتا ہے تو کہتا ہے کوئی شخص ہے جو مجھ سے

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا، نماز قائم کی اور رمضان کے روزے رکھے تو اللہ کے ذمے ہے کہ اسے جنت میں داخل کرے۔ خواہ وہ اللہ کی راہ میں ہجرت کرے یا اسی زمین میں مقیم رہے جہاں وہ پیدا ہوا تھا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا ہم لوگوں کو اس سے آگاہ نہ کر دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جنت میں سو درجے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے راستے میں جہاد کرنے والوں کے لیے تیار کیے ہیں۔ ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین کے درمیان فاصلہ ہے۔ جب تم اللہ سے سوال کرو تو فردوس کا سوال کرو کیونکہ یہ جنت کا اعلیٰ اور بلند ترین درجہ ہے اور اس کے اوپر رحمان کا عرش ہے اور اسی سے جنت کی نہریں پھوٹی ہیں۔

(صحیح بخاری: ۴۳۲۲)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنے کا ارادہ کیا تو عرش کے اوپر اپنے پاس لکھ دیا کہ میری رحمت میرے غصے پر سبقت لے گئی۔

(صحیح بخاری: ۷۴۲۲)

تمام مخلوقات سے اوپر:

اللہ تعالیٰ کے درج ذیل ارشادات سے بھی یہی پتا چلتا ہے کہ وہ ذات سب سے اوپر ہے، فرمایا:

﴿إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ﴾ [الفاطر: ۱۰]

”پاکیزہ کلمات اسی کی طرف اوپر چڑھتے ہیں۔“

نیز فرمایا:

﴿تَعْرُجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ﴾ [المعارج: ۴]

”اسی کی طرف روح اور فرشتے چڑھتے ہیں۔“

رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر خطبہ ارشاد فرمایا۔

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کا ایسا ارشاد بھی بیان کرتے ہیں:

”تم سے روز قیامت (میرے متعلق) پوچھا جائے گا تو تم

دعا کرے تو میں اس کی دعا قبول کروں۔ کوئی ہے جو مجھ سے سوال کرے تو میں اس کو عطا کروں۔ کوئی شخص ہے جو مجھ سے معافی مانگے تو میں اسے معاف کر دوں۔ (صحیح بخاری: ۷۴۹۴)

اس حدیث سے بھی یہ پتا چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اوپر ہے۔ لیکن وہ نزول کیسے کرتا ہے؟ اس کے متعلق ہم کچھ نہیں جانتے، اور نہ ہی نزول کی کیفیت کو اپنے تصور میں لا سکتے ہیں۔

عرش چونکہ آسمانوں کے اوپر ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہ پیرایہ بھی اختیار کیا کہ وہ ذات جو آسمانوں میں ہے۔ چنانچہ فرمایا:

﴿عَٰمِنْتُمْ مِّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمْ الْاَرْضَ فَاِذَا هِيَ تَمُورُ ۝ اَمْ اَمِنْتُمْ مِّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا فَسَتَعْلَمُوْنَ كَيْفَ نَذِيْرٌ ۝﴾

[الملک: ۱۷، ۱۶]

”کیا تم اس سے جو آسمان میں ہے، بے خوف ہو کہ تم کو زمین میں دھنسا دے اور وہ اس وقت حرکت کرنے لگے، کیا تم اس سے جو آسمانوں میں ہے نڈر ہو کہ تم پر کنکر بھری ہوا چلا دے، سو تم عن قریب جان لو گے کہ میرا ڈرانا کیسا ہے؟“

سیدنا معاویہ بن حکم السلمیؓ بیان کرتے ہیں کہ میری ایک لونڈی تھی جو احد اور جوانیہ میں ہماری بکریاں چرایا کرتی تھی۔ ایک دن میں معلوم کرنے کے لیے گیا تو دیکھتا ہوں کہ بھیڑیا ایک بکری اٹھا کر لے گیا۔ انسان ہونے کے ناطے مجھے غصہ آ گیا اور میں نے لونڈی کو ایک تھپڑ رسید کر دیا۔ پھر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ میں نے آپ کو یہ واقعہ بتایا تو آپ نے اسے اچھا نہ جانا۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا میں اسے آزاد نہ کر دوں؟ آپ نے لونڈی کو اپنے پاس طلب کیا۔ جب لونڈی آپ کے پاس آئی تو آپ نے اس سے پوچھا کہ اللہ کہاں ہے؟ لونڈی نے کہا: آسمان پر۔ پھر آپ نے پوچھا کہ میں کون ہوں؟ اس نے کہا: اللہ کے رسول۔ آپ نے فرمایا: ”اسے آزاد کر دو، یہ مومنہ ہے۔“ (مسلم، ابوداؤد: ۳۲۸۳، ابن حبان: ۱۴۲۹۶، طبرانی: ۷۲۵۷)

اس واقعے سے پتا چلتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام میں یہ عقیدہ معروف تھا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ آسمان پر ہے اور اسی کی بنیاد پر آپ نے لونڈی کو مومنہ قرار دیا۔

رسول اللہ ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تو آپ نے سترہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز ادا کی لیکن آپ کو یہ امر شاق گزرا کیونکہ آپ یہ پسند کرتے اور چاہتے تھے کہ بیت اللہ کو قبلہ قرار دیا جائے۔ ان دنوں آپ شدت سے وحی کے انتظار میں رہتے کہ شاید ابھی بیت اللہ کو قبلہ بنانے کا حکم آ جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ﴾ [البقرہ: ۱۴۴]

”تحقیق ہم نے دیکھ لیا تمہارا آسمان کی طرف منہ پھیر پھیر کر دیکھنا۔“

اس حکم ربانی سے یہ پتا چلتا ہے کہ وحی کا نزول آسمان کی جانب سے ہوتا تھا۔ اسی لیے وحی کے لیے نزول کا لفظ استعمال ہوتا ہے جس کا مطلب ہے بلندی سے نیچے کی طرف بتدریج اترنا۔ اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وحی کے نازل کرنے والا بھی آسمانوں کے اوپر ہے۔

سیدہ زینب بنت جحشؓ کو سیدنا زیدؓ نے طلاق دے دی تو اللہ تعالیٰ نے سیدہ زینبؓ کا نکاح رسول اللہ ﷺ سے کر دیا۔ سیدہ زینبؓ اس کے متعلق دیگر امہات المؤمنین سے کہا کرتی تھیں:

”تمہارے نکاح تمہارے گھر والوں نے کیے لیکن اللہ تعالیٰ نے میرا نکاح سات آسمانوں کے اوپر سے کیا ہے۔“

(صحیح بخاری: ۷۴۲۴)

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

”اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کوئی ایسا شخص نہیں جو اپنی بیوی کو بستر کی طرف بلاتا ہو اور پھر وہ انکار کر دے تو وہ جو آسمان پر ہے تو وہ اس عورت پر اس وقت تک ناراض رہتا ہے یہاں تک کہ شوہر اس سے راضی ہو جائے۔“ (صحیح مسلم، کتاب النکاح: ۱۳۳۶)

(باقی صفحہ نمبر ۲۳ پر ملاحظہ کیجیے)

اکل حلال

موہب الرحیم

اکل حلال کی مزید اہمیت:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ ۝ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ﴾

[الأعراف: ۱۵۶، ۱۵۷]

”اور میری رحمت نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے، سو میں اسے ان لوگوں کے لیے ضرور لکھ دوں گا جو ڈرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور (ان کے لیے) جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں۔ وہ جو اس رسول کی پیروی کرتے ہیں، جو امی نبی ہے، جسے وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، جو انھیں نیکی کا حکم دیتا اور انھیں برائی سے روکتا ہے اور ان کے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کرتا اور ان پر ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے اور ان سے ان کا بوجھ اور وہ طوق اتارتا ہے جو ان پر پڑے ہوئے تھے۔“

گویا طیب چیزوں کا حلال ہونا اور خبیث چیزوں کا حرام ہونا انتہائی خوبی کی بات ہے اور اس میں مخلوق کا انتہائی نفع ہے۔ ویسے یہ آیت ماکولات و مشروبات کے علاوہ چیزوں کو بھی شامل ہے۔ سنن ترمذی کی مشہور مرفوع حدیث ہے:

لا تزول قدما عبد حتى يسأل عن عمره فيما افناه وعن عمله فيما فعل وعن ماله من اين اكتسبه واين انفقه وعن جسمه فيما ابلاه .

(ترمذی: ۲۴۱۷)

”آدمی کے قدم تب تک قیامت کے دن ہلے گئے نہیں جب تک اپنی عمر کے بارے سوال نہ کیا جائے کہ کہاں گزاری۔ علم کے بارے میں کہ کیا عمل کیا؟ مال کے بارے کہاں سے لیا اور کہاں خرچ کیا، اور جسم کے بارے کہاں بوسیدہ کیا؟“

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مال کو حاصل کرنے کے بارے میں خصوصی پوچھ گچھ ہوگی سو نہ تو حرام کمائی کرنی چاہیے نہ حرام کمائی خود اور دوسروں کو کھلانی چاہیے بلکہ حلال ذریعہ تلاش کرنا چاہیے جو شبہ سے پاک ہو۔ میمون بن مہران سے مروی ہے، کہتے ہیں:

لا يكون الرجل تقيا حتى يحاسب نفسه محاسبة شريكه وحتى يعلم من أين ملبسه ومطعمه ومشربه . (كتاب الزهد لوكيع: ۲۳۹)

”آدمی تب تک متقی نہیں ہو سکتا جب تک اپنے نفس کا یوں محاسبہ نہ کرے جس طرح اپنے شریک (پارٹنر) کا کرتا ہے اور یہاں تک کہ وہ یہ نہ جان لے اس کا پہناوا، کھانا، پینا کہاں (حلال سے یا حرام) سے ہے۔“

سچ کہا ہے میمون نے، جو اپنے کھانے پینے میں حلال و حرام کی تمیز نہیں کرتا وہ کاہے کو متقی ہو سکتا ہے۔ جب کہ تقویٰ لا پر وای سے مانع، خوف اور احتیاط کا متقاضی ہے۔ بلکہ مشکوک اشیاء سے پرہیز عین تقویٰ ہے۔

اکل حلال دل کی نرمی کا سبب:

ابونعیم الاصفہانی نے ابو حفص عمر بن صالح الطرسوسی سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں میں اور یحییٰ الجلاء ابو عبد اللہ احمد بن حنبل کے پاس آئے، میں نے کہا: اے ابو عبد اللہ! دل کس چیز سے نرم ہوتے ہیں؟ احمد کہنے لگے: حلال کھانے سے، طرسوسی کہتے ہیں میں نے ابو نصر بشر بن حارث سے یہ بات پوچھی تو کہنے لگے: ﴿الا بذکر اللہ تطمئن القلوب﴾ ”خبردار دل اللہ کے ذکر سے مطمئن ہوتے ہیں۔“ میں نے ان سے کہا میں احمد بن حنبل کے پاس سے آیا ہوں۔ کہنے لگے انھوں نے کیا کہا ہے؟ میں نے کہا وہ کہتے ہیں: دل حلال کھانے سے نرم ہوتے ہیں۔ بشر کہنے لگے: احمد نے اصل چیز بیان کی ہے۔ طرسوسی کہتے ہیں: پھر میں عبد الوہاب بن ابی حسن سے ملا تو ان سے بھی یہی بات پوچھی، وہ بھی کہنے لگے: ﴿الا بذکر اللہ تطمئن القلوب﴾ میں نے کہا میں احمد بن حنبل کے پاس سے آیا ہوں، یہ سن کر خوشی سے ان کے رخسار سرخ ہو گئے اور کہنے لگے انھوں نے کیا کہا ہے؟ میں نے کہا وہ کہتے ہیں حلال کھانے سے دل نرم ہوتے ہیں۔ عبد الوہاب کہنے لگے: احمد نے تجھے اصل جوہر بتلایا ہے۔ (حلیۃ الاولیاء: ۱۹۱/۹ قال محققہ سندہ صحیح الی الطرسوسی)

احمد بن حنبل کی بات (واللہ اعلم) عین فقہ ہے، وہ اس طرح کے ہر معصیت کی جڑ قساوتِ قلب (دل کی سختی) ہے اور حرام غذا انسان پر برے اثرات مرتب کرتی ہے جس سے وہ حرام کا ارتکاب کرتا ہے اور جو ارجح دل کے تابع ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے، حرام غذا سب سے پہلے دل کو متاثر کرتی ہے اور دل کو سخت کر دیتی ہے۔ اسی لیے سہل بن عبد اللہ تستری سے منقول ہے:

من أكل الحلال اطاع الله شاء أم أبى ومن أكل الحرام عصى الله شاء أم أبى .

”جو حلال کھاتا ہے وہ چاہے یا نہ چاہے وہ اللہ کی اطاعت کرتا ہے اور جس نے حرام کھایا وہ مانے یا نہ مانے اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ یعنی حلال غذا کا نتیجہ باعتبار غذا اللہ کی اطاعت

ہے اور حرام غذا کا نتیجہ باعتبار غذا اللہ کی نافرمانی ہے۔“
فراست میں حلال غذا کا عمل دخل:

حلال غذا کا انسان کی فراست میں بھی بہت دخل ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خاص فراست جو نیک لوگوں کے ساتھ خاص ہے اس میں چٹنگی اور یقین ایمان کی زیادتی اور نقص کے اعتبار سے ہے۔ جتنا ایمان مضبوط ہوگا فراست بھی اتنی محکم ہوگی۔ اسی لیے ابو الفوارس شاہ بن شجاع الکرمانی نے کہا ہے:

من غرض بصره عن المحارم وامسك نفسه عن الشبهات وعمر باطنه بدوام المراقبة وظاهره باتباع السنة وعود نفسه بأكل الحلال لم تخطئ له فراسته . (رسالہ قشیریہ، ص: ۵۹)

”جس نے حرام چیزوں سے اپنی نظروں کو جھکا لیا، شبہات سے اپنے نفس کو روک لیا، اپنے باطن کی مسلسل مراقبہ سے اور ظاہر کی سنت کی اتباع سے تعمیر کی اور اپنے آپ کو حلال کھانے کا عادی بنالیا اس کی فراست غلطی نہیں کھائے گی۔“
 ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیری لکھتے ہیں:

اتفق المشائخ على أن من كان أكله من الحرام لم يفرق بين الإلهام والوسواس .

(رسالہ قشیریہ، ص: ۱۲۰)

”مشائخ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جس کا کھانا حرام سے ہے وہ الہام اور وسوسے میں فرق نہیں کر سکتا۔“

الہام فرشتے کی طرف سے ہوتا ہے جب کہ وسوسہ شیطان کی طرف سے۔
اکل حلال کے لیے مطلوب توجہ:

حلال غذا کے لیے دو چیزوں میں توجہ مطلوب ہے:

- ۱: غذا بذاتِ خود حرام ہے یا حلال؟
 - ۲: جس ذریعے سے حاصل کی گئی ہے وہ جائز ہے یا ناجائز۔
- ان دونوں چیزوں کے لیے علم شرعی درکار ہے۔ پہلی چیز یعنی حلت و حرمت کا علم صرف شریعت سے ہو سکتا ہے، دوسری چیز کس ذریعے

”آدمی کو مناسب ہے کہ وہ دیکھے اس کی روٹی کہاں سے ہے؟“
محمد بن مقاتل کہتے ہیں:

ينبغي للرجل أن ينظر رغبته من أين هو؟
و درهمه من أين؟

(الورع لأبي بكر المروزي، ص: ۱۵)

”آدمی کے لائق ہے کہ وہ دیکھے اس کے درہم کہاں سے
ہیں، روٹی کہاں سے ہے؟“

بکر بن عبداللہ کہتے ہیں:

من سره أن ينظر إلى أروع رجل أدر كناه في
زمانه فليتنظر إلى ابن سيرين، انه ليدع بعض
الحلال تأثما. (الورع لأبي بكر المروزي، ص: ۶۹)
”جس کو یہ بات اچھی لگتی ہے کہ وہ اپنے زمانے کے
پرہیزگار ترین آدمی کو دیکھے جس کو ہم نے پایا وہ محمد بن
سیرین کو دیکھ لے، محمد بن سیرین گناہ سے بچنے کے لیے
بعض حلال بھی چھوڑ دیتے تھے۔“

عبیدہ سلمانی کہتے ہیں:

مجھے نہیں پتا لوگوں نے کیسے مشروب بنا لیے ہیں چالیس سالوں
سے میرا مشروب پانی، دودھ اور شہد ہے۔

(تاریخ ابن ابی خیشمہ: ۳ / ۱۳۷)

عبداللہ بن خبیب کہتے ہیں:

أربعة رفعهم الله بطيب المطعم: وهيب بن
الورد و ابراهيم بن ادھم و يوسف بن
اسباط، و سالم الخواص.

(طبقات الصوفية، ص: ۴۸)

”چار لوگوں کو اللہ نے لاک غذا کی وجہ سے بلند کی عطا کی: وہیب
بن ورد، ابراہیم بن ادھم، یوسف بن اسباط اور سالم الخواص۔“

کھانے پینے میں احتیاط کی وجہ سے ہی ابوبکر رضی اللہ عنہ سے قے کرنا
بھی منقول ہے۔ آپ نے اپنے غلام کی کہانت سے کھایا جب علم ہوا تو

سے حاصل کی گئی ہے پھر یہ علم کہ وہ طریقہ جائز ہے یا ناجائز اس کے
لیے بھی شرعی علم درکار ہے۔ ان دونوں چیزوں میں اشتباہ ممکن ہوتا
ہے، کبھی کسی چیز کا کافی نفسہ حلال یا حرام ہونا بعض لوگوں پر مشتبہ ہو جاتا
ہے اور کبھی دوسری چیز بعض لوگوں کے ہاں مشتبہ ہوتی ہے۔ اس
بارے تین طرح کے لوگ ہیں:

۱: جو حلال و حرام کی پرواہ ہی نہیں کرتے۔

۲: جو حلال کی کوشش کرتے ہیں اور صریح حرام کو چھوڑ دیتے ہیں۔

۳: جو مشتبہ چیز کو بھی چھوڑ دیتے ہیں۔

لوگ ان تین حالتوں سے باہر نہیں ہوتے البتہ ایمان کی کمی بیشی
کے سبب کبھی کسی گروہ میں ہوتے ہیں کبھی کسی میں، جب کہ ان میں
سے افضل ترین لوگ تیسرے گروہ والے ہیں۔ مگر اس شرط کے ساتھ
کہ اس پر قائم رہیں۔ سلف صالحین کی اکثر جماعت سے مشتبہ چیزوں
کو ترک کرنا منقول ہے۔ ابویوسف غسولی کہتے ہیں:
أنا اتفق في مطعمي من ستين سنة.

(الورع لأبي بكر المروزي، ص: ۱۴)

”میں ساٹھ سال سے اپنے کھانے میں تفقہ حاصل کر رہا ہوں۔“

ابوبکر المروزی کہتے ہیں: میں نے احمد بن حنبل کو سنا وہ کہہ رہے
تھے، بشر بن حارث کہتے ہیں: میں نے معانی بن عمران کو کہتے ہوئے
سنا کہ اہل علم کے رفیقاں میں سے دس لوگ حلال میں بہت سخت غور
کرتے تھے۔ اپنے پیٹوں میں صرف اس حلال کو داخل کرتے تھے جس
کو پہچانتے تھے۔ وگرنہ مٹی تناول کرتے۔ بشر، ابراہیم بن ادھم، سلیمان
خواص، علی بن فضیل، ابو معاویہ الاسود، یوسف بن اسباط، وہیب بن
الورد، حذیفہ، داود الطائی یہ دس لوگ اپنے پیٹوں میں صرف اس حلال
کو داخل کرتے جس کو جانتے وگرنہ مٹی تناول کر لیتے۔

(الورع لأبي بكر المروزي، ص: ۱۵)

بشر بن حارث کہتے ہیں:

ينبغي للرجل أن ينظر خبزه من أين هو؟

(الورع لأبي بكر المروزي، ص: ۱۵)

تے کردی۔

امام بخاری نے کتاب مناقب الانصار باب ایام الجاہلیہ (رقم: ۳۸۴۲) میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا ہے وہ کہتی ہیں:

ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایک غلام تھا جس کی کمائی سے آپ کھاتے تھے، ایک دن وہ کوئی چیز لایا جس سے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کھایا، غلام کہنے لگا پتا ہے یہ کیا ہے؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ کہنے لگے کیا ہے؟ غلام نے جواب دیا میں نے جاہلیت میں ایک آدمی کے لیے کہانت کی تھی جب کہ مجھے کہانت آتی بھی نہیں تھی سوائے اس کے کہ میں نے اس کو دھوکا دیا تھا۔ وہ مجھے ملا تو اس نے یہ دیا جس سے آپ نے کھایا ہے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ اپنے حلق میں داخل کیا اور پیٹ میں جو کچھ تھا اس کی تے کردی۔ ان آثار کو پڑھ کر علم ہوتا ہے کہ یہ لوگ غذا میں کتنی احتیاط برتتے تھے اور مشتبہ سے بھی پرہیز کرتے تھے۔ اب امید تو یہی ہے کہ انسان کا دل کرے گا کہ وہ ان سلف صالحین کی سی پرہیزگاری کو اپنائے، سواس کے لیے دو باتیں جان لینا ضروری ہے:

۱: مشتبہ چیز کو ترک کرنے کی اہمیت۔

۲: مشتبہ ہوتا کیا ہے؟

مشتبہ کو ترک کرنا:

کئی ایک احادیث سے علم ہوتا ہے کہ مشتبہ چیز کو جب تک وہ مشتبہ ہے ترک کرنا ہی اولیٰ ہے۔ جب تک کی قید اس لیے ہے کہ اشتباہ ایک نسبی امر ہے ایک چیز کسی پر مشتبہ ہوتی ہے اور کسی کے لیے واضح۔ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، کہتے ہیں:

سمعت رسول اللہ ﷺ يقول: واھوی النعمان یا صبعیہ إلی اذنیہ: ان الحلال بین والحرام بین و بینھما مشتبھات لا یعلمھن کثیر من الناس، فمن اتقى الشبھات استبرا لدينہ وعرضہ ومن وقع فی الشبھات وقع فی الحرام کالراعی یرعی حول الحمی یوشک أن یرتع فیہ وان لكل ملک حمی وان

حمی اللہ محارمہ . (صحیح بخاری: ۵۲)

”میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: بے شک حلال واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے۔ ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں جن کو اکثر لوگ نہیں جانتے، جو شبہات سے بچ گیا اس نے اپنے دین کو بچالیا، عزت کو بچا لیا۔ اور جو شبہات میں واقع ہوا وہ حرام میں واقع ہو گیا۔ چرواہے کی طرح جو چراگاہ کے گرد چرتا ہے قریب ہے کہ وہ چراگاہ میں چرنے لگے۔ یقیناً ہر بادشاہ کی چراگاہ ہے اور اللہ کی چراگاہ اس کی حرام کردہ چیزیں ہیں۔“

اس حدیث سے یہ بات واضح ہے کہ مشتبہ چیز کو ترک کر دینا چاہیے۔

ابو محمد علی بن حزم نے احکام فی اصول الاحکام (ص: ۷۸۵) پر ان لوگوں کا رد کیا ہے جو مشتبہات کے حرام ہونے کے قائل ہیں مگر اس کے باوجود مشتبہ کو ترک کرنے کو ورع ابن حزم بھی مانتے ہیں، لکھتے ہیں:

وقد علمنا أن من لم یجتنب المتشابه وهو الذی لا بأس به، فلیس من اهل الورع و اهل الورع هم المتقون، لأن المتقین جمع متقی، والمتقی الخائف، ومن خاف موقعة الحرام فهو الخائف حقا.

(احکام فی اصول الاحکام، ص: ۷۸۷)

”اور تحقیق ہم نے جان لیا ہے کہ جو متشابہ سے اجتناب نہ کرے وہ اہل ورع میں سے نہیں۔ جب کہ متشابہ وہ چیز ہے جس میں حرج نہیں۔ اہل ورع تقویٰ اختیار کرنے والے ہیں کیونکہ متقین متقی کی جمع ہے اور متقی ڈرنے والے کو کہتے ہیں اور جو حرام میں واقع ہونے سے ڈر گیا وہی اصل خائف ہے۔“

اس سے پہلے ابن حزم نے اپنی سند سے اس حدیث کو ذکر کیا ہے:

عن عطیة السعدی قال: قال رسول اللہ ﷺ:

دوسرے پر نہیں۔“

مشتبہ سے بچنے کی دلیل وہ حدیث بھی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اذا استيقظ احدكم من نومه فلا يغمس يده في الاناء حتى يغسلها ثلاثا فانه لا يدرى أين ماتت يده . (متفق عليه)

”جب تم میں سے کوئی نیند سے بیدار ہو تو ہاتھ کو تین بار دھونے سے پہلے برتن میں داخل نہ کرے کیونکہ وہ نہیں جانتا اس کے ہاتھ نے رات کہاں گزاری ہے۔“

حسان بن ابی سنان سے امام بخاری نے صیغہ جزم کے ساتھ تعلقاً بیان کیا ہے، کہتے ہیں:

ما رأيت شيئاً أهون من الورع، ما دع ما يريبك إلى ما لا يريبك . (صحيح بخاری، كتاب البیوع، باب تفسير المتشبهات)

”میں نے پرہیزگاری سے آسان چیز کوئی نہیں دیکھی، شک والی چیز کو چھوڑ کر غیر مشکوک کو اختیار کر لو۔“

عبداللہ بن شوزب کہتے ہیں حسان بن ابی سنان فرماتے ہیں:

ما أسير الورع: اذا شككت في شيء فاتركه . (حلیۃ الأولیاء: ۳ / ۱۳۱)

”ورع کتنی آسان چیز ہے جب کسی چیز میں شک ہو تو اس کو ترک کر دو۔“

ابن رجب جامع العلوم میں لکھتے ہیں:

هذا يسهل على مثل حسان .

”ایسی چیزیں حسان جیسے پر آسان ہوتی ہیں۔“

حسان بن ابی سنان مزید کہتے ہیں:

ما زاولت شيئاً أسير من الورع قال: قيل له لای شیء قال: اذا رابنی شیء ترکته .

(الورع لأبی بکر المروزی، ص: ۶۹)

لا يبلغ العبد أن يكون من المتقين حتى يدع ما لا بأس به حذراً لما به بأس .

(ابن ماجہ: ۴۲۱۵)

”عطیہ سعدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

آدمی تب تک متقین میں سے نہیں ہو سکتا حتیٰ کہ جس میں حرج نہیں اس کو حرج والی چیز سے بچنے کے لیے چھوڑ دے۔“

بعض فقہاء نے مشتبہ کو چھوڑنے کو واجب کہا ہے۔ ابن حزم کہتے ہیں:

انما هو حض لا ايجاب . (احکام، ص: ۷۸۷)

”یہ صرف ترغیب ہے واجب نہیں۔“

یہ ذکر کرنے سے مقصود یہ ہے کہ مشتبہ کو چھوڑنے کا اچھا ہونا سب کو مسلم ہے۔ اوپر مذکور حدیث مشتبہ کو ترک کرنے کی دوسری دلیل ہے۔

نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ کو نیکی اور گناہ کی بابت فرماتے ہوئے میں نے سنا:

البر حسن الخلق والاثم ما حاك في صدرك وكرهت أن يطلع عليه الناس .

(صحيح مسلم: ۶۵۱۶)

”نیکی اچھا اخلاق ہے اور گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے

اور تو نا پسند کرے کہ لوگ اس پر اطلاع پائیں۔“

حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے:

دع ما يريبك إلى ما لا يريبك . (ترمذی، ابواب الزهد، باب اعقلها وتوكل: ۲۵۱۸)

”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو چیز تجھے شک میں ڈالتی ہے

اس کو اس کی طرف ترک کر دے جو تجھے شک میں نہیں

ڈالتی، یعنی غیر مشکوک اشیاء استعمال کر۔“

اگر اپنے شکاری کتے کے ساتھ کوئی اور کتا مل جائے تو آپ نے فرمایا:

فلا تأكل فانما سميت على كلبك ولم تسم

على غيره . (صحيح بخاری: ۲۰۵۴)

”تم نہ کھاؤ کیونکہ تم نے اپنے کتے پر اللہ کا نام لیا ہے

”میں نے پرہیزگاری سے آسان چیز کی کوشش کبھی نہیں کی۔ کہا گیا وہ کیسے؟ کہنے لگے جب کسی چیز میں شک ہوتا ہے تو اس کو چھوڑ دیتا ہوں۔“

انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

مر النبی ﷺ بتمرۃ فی الطريق، فقال: لولا انی اخاف ان تكون من الصدقة لأکلتها۔

(صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۲۴۳۱)

”نبی ﷺ گری ہوئی کھجور کے پاس سے گزرے تو فرمایا: اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ یہ صدقے سے ہوگی تو میں اس کو کھا لیتا۔“
محمد شین نے اس حدیث پر مشتبہ چیزوں سے بچنے کے متعلق باب باندھا ہے۔ جیسا کہ امام بخاری نے ما یتنزه من الشبهات کے نام سے ایک جگہ باب قائم کر کے یہ حدیث درج کی ہے۔
شاہ مزید کہتے ہیں:

علامة التقوی الورع، وعلامة الورع الوقوف

عند الشبهات۔ (رسالہ قشیریہ، ص: ۵۹)

”تقویٰ کی علامت پرہیزگاری ہے اور پرہیزگاری کی علامت مشتبہ چیزوں سے توقف کرنا ہے۔“

احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کو کہا گیا:

الرجل یجد التمرۃ قد القاها العصفور؟ قال

لا یتعرض لها، قد تعار النبی ﷺ من اللیل

فی التمرۃ مخافة أن تكون من الصدقة۔

(الورع لأبی بکر المروزی، ص: ۱۳۶)

”آدمی کھجور کو پاتا ہے جس کو چڑیا پھینکتی ہے؟ احمد کہنے لگے

اس کھجور کے درپے نہ ہو اور کھجور والی حدیث سے دلیل

پکڑنے لگے۔“

لوٹدی کی کمائی سے رسول اللہ ﷺ نے منع کیا ہے یہاں تک کہ

پتا چلے کہ اس نے کمائی کس ذریعے سے کی ہے۔

نہی رسول اللہ ﷺ عن کسب الإمام حتی

یعلم من أين هو۔ (ابوداؤد، صحیح)

احمد بن حنبل سے ابوبکر المروزی نے کہا ایک کنواں جس کو کھودا جاتا ہے اور تمیز اس میں تعاون کی وصیت کرتا ہے۔ اس سے پانی پینے کے بارے آپ کا کیا خیال ہے؟ احمد بن حنبل کہنے لگے:

لا کسب المخنث خبیث، یکسبه بالطبل۔

(الورع لأبی بکر المروزی، ص: ۳۷)

”نہ بیو، تمیز کے کی کمائی خبیث ہے طبل بجا کہ کماتا ہے۔“

فقہاء فقہ میں یہ مسئلہ بیان کرتے ہیں کہ شراب کا پیالہ کسی حلال مشروب سے مل جائے تو دونوں حرام ہو جاتے ہیں ایک فی نفہ حرام ہوتا ہے جب کہ دوسرا شک کی بنا پر۔ پھر اس میں اختلاف ہے کہ ایک تو بذات خود حرام ہے دوسرے کی حرمت کی علت کیا ہے۔ بعض مشتبہ کو علت کی وجہ سے حرام کہتے ہیں بعض کہتے ہیں، ہے تو حلال ہی لیکن اس سے رکنا واجب ہے۔ بعض یہ مثال دیتے ہیں کہ ذبیحہ شرعی مردار سے مل جائے تو دونوں کھانے جائز نہیں۔ یہ مسئلہ فقہ میں مباح کا محرم سے مشتبہ ہونے کا مسئلہ ہے، مثلاً دیکھیے (روضۃ الناظر، ص: ۳۴)

مقصود یہ بتانا ہے کہ فقہاء کے نزدیک مشتبہ سے بچنا واجب ہے۔ جب کہ بعض کے نزدیک مشتبہ بذات خود حرام ہے۔ اور بعض کے نزدیک مثلاً: ابن حزم وغیرہ کے تقویٰ کی علامت ہے۔

ابوبکر المروزی کہتے ہیں میں نے ابوعبداللہ سے سوال کیا آدمی کے پاس تین درہم ہوں ان میں سے ایک درہم حرام کا ہے جس درہم کو وہ جانتا نہیں۔ احمد کہنے لگے جب تک جان نہ لے ان سے کچھ بھی

نہیں کھائے گا۔ پھر شکاری کتے والی حدیث (جو پیچھے بیان ہوئی ہے)

اس سے دلیل پکڑنے لگے۔ (الورع لأبی بکر المروزی، ص: ۵۴)

شبیہ والی چیز کو ترک کرنے کی وجہ سے ہی فقہاء میں اختلاف ہے کہ

شبیہ والی چیز میں والدین کی اطاعت ہے کہ نہیں؟

سفیان ثوری کہتے ہیں:

لیس للوالدین طاعة فی الشبهات۔ (مسائل

الامام احمد، رواية امام ابی داؤد، ص: ۳۴۷)

۱۔ کم علمی، ۲۔ کم فہمی، ۳۔ کم غور و فکر، ۴۔ برا مقصد، یعنی کوشش صرف اپنی خواہش کو ثابت کرنے کے لیے کرے جیسے بدعتی اور متعصب لوگ اور ان کے عالم کرتے ہیں۔ اس سے بھی چیز کی شرعی حیثیت مشتبہ رہ جاتی ہے۔ کبھی تو چیز ادلہ کے تعارض کی وجہ سے مشتبہ ہوتی ہے جو عوام کے ہاں زیادہ ہے۔ ان کو علماء سے سمجھنا چاہیے اور دین میں تفقہ حاصل کرنا چاہیے۔ جب کہ کبھی چیز شرعی ادلہ نہیں بلکہ اپنی حالت کے پیچیدہ یا مخفی ہونے سے مشتبہ ہو جاتی ہے۔ یہی امام بخاری کے باب باندھنے کا مقصد ہے۔ عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ والی حدیث میں یہی بات ذکر ہے کہ علم نہیں جس کتے پر نام لیا گیا ہے اس نے شکار کو قتل کیا ہے یا دوسرے کتے نے۔ یہاں شرعی ادلہ کا تعارض تو نہیں۔ یہ دوسری صورت عالم اور عامی سب کو شامل ہے۔ لازمی طور پر عوام الناس عالم سمیت ایسے کسی نہ کسی اشتباہ کا ضرور شکار ہوتے ہیں۔ ایسی صورت میں تقویٰ اس سے اجتناب ہے۔ امام خطابی کہتے ہیں:

کل ما شککت فیہ فالورع اجتنابہ .

ہر وہ چیز جس میں آپ شک کریں پر ہیز گاری اس سے اجتناب کرتا ہے۔ مشتبہ کے متعلق تمام امور کو ذکر کرنا کافی موجب طوالت ہوگا یہاں صرف چند امور جن کا تعلق اکل حلال سے ہے ان کو ذکر کرنا مقصود تھا۔ جو امور ادلہ کے تعارض ہونے کی وجہ سے مشتبہ ہیں ان میں بھی جب تک راجح کا علم نہ ہو توقف کرنا چاہیے، مثلاً: قسطوں والی بیج، اکثر علماء اس کی حرمت کی طرف گئے ہیں اور بعض حلت کی طرف، مگر جس کے ہاں یہ مشتبہ ہو اس کو توقف کرنا چاہیے اور اجتناب کرنا چاہیے۔ اسی طرح فارمی مرغی کا معاملہ ہے کئی ایک علماء اس کی حرمت کی طرف مائل ہیں جب کہ اکثر اس کی حلت کی طرف گئے ہیں۔ اب جس کے ہاں کوئی چیز راجح نہیں ہوئی وہ توقف کرے اور کھانے سے اجتناب کرے۔ واللہ اعلم

وصلی اللہ علی محمد وعلی آلہ وصحبہ
اجمعین وسلم تسلیما کثیرا .

”شبہات میں والدین کی اطاعت نہیں۔“

امام احمد کا موقف ٹال مٹول کا ہے۔ بعض فقہاء کے نزدیک والدین کی اطاعت شبہ کو ترک کرنے سے اولیٰ ہے۔ یہ پہلے مقام پر کلام تھا۔ دوسرا مقام متشابہ کے تعین اور وضاحت کا ہے۔

مشتبہ کی حقیقت:

مشتبہات لغت میں مشکل امور کو کہا جاتا ہے۔ حدیث میں مذکور مشبہات کے بارے ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری (۱/۱۶۹) میں چار قول ذکر کیے ہیں:

۱: دلیلوں کا متعارض ہونا۔ ۲: علماء کا اختلاف۔ ۳: مکروہ۔ ۴: مباح میں استعمال کی کثرت۔

پہلے دو قول ایک دوسرے کو لازم و ملزوم ہیں۔ ادلہ کا تعارض علماء کے اختلاف کو لازم ہے۔ یوں یہ قول تین ہیں۔ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پہلا قول زیادہ راجح ہے۔

احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے ابو بکر المروزی نے شبہ کے متعلق دریافت کیا تو کہنے لگے: آپ کو پتا ہے کیا ہوتا ہے؟ کہتے ہیں میں نے کہا ہاں یہ وہ چیز ہے جس کو نہ تو حلال کہا جاتا ہے نہ حرام۔ ابو عبد اللہ (احمد) کہنے لگے شبہ حلال و حرام کے درمیان کی چیز ہے۔ (الورع، ص: ۵۲)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے انس رضی اللہ عنہ کی کجھو والی حدیث پر باب باندھا ہے: باب ما یتنزه من الشبہات . اس طرح باب تفسیر المشتبہات بھی قائم کیا ہے جس کے تحت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سودہ بنت زمعہ کی مشہور حدیث اور عدی بن حاتم کے شکاری کتے والی گزشتہ حدیث لے کر آئے ہیں۔

اس سے امام بخاری کی فقہانہت بھی سامنے آ جاتی ہے اور مشتبہات کی تفسیر بھی۔ وہ یوں کہ ادلہ کا تعارض، عام طور پر عام لوگوں کے ہاں مشتبہ ہوتا ہے مگر نہ اکثر عالم اس کو جان لیتے ہیں اگر کوئی عالم اس کو نہ جان پائے تو اس کے چار سبب ہیں:

سچی توبہ

فخر اسلام

حاکمیت اور اُس کے قوانین کی موجودگی میں باطل نظام مختلف زمین کے ٹکڑوں میں مختلف اقوام کے اپنے اصول بنائے ہوئے ہیں۔ اپنے نظام کو چلانے کے لیے اپنے ذہن سے پہلے سسٹم اور بعد میں اس ہی کی نفی اور تبدیلی ہوتی ہے۔

دوسرے معاشروں کی طرح بد قسمتی سے ہمارے نظام میں بھی وہی سب کچھ ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اس خطے میں رہنے والوں کو اسلامی کے لفظ کے ساتھ ظاہر کیا گیا ہے۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان یا مسلم کمرشل بنک، اسلامی بنک۔

اور یہ کتنی بڑی ظلم کی بات ہے کہ موجودہ لوگوں کی اسمبلی اللہ کے بنائے اور محمد ﷺ کے اپنائے ہوئے نظام اور سسٹم کو ان لوگوں کی اجازت سے لاگو کیا جائے۔ معاذ اللہ

آج کسمپرسی کا عالم ہے جب میرے رب کے بنائے نظام میں کوئی کمی نہیں، کہیں ظلم نہیں، انصاف کا بول بالا ہے، حکمت اور دانائی ہے، زمین پر امن کا گہوارہ نظام چھوڑ کر دوسری اقوام سے نظاموں کی بھیک۔

کیا کوئی گھر کا سربراہ چاہے گا کہ گھر اُس کا ہو اور اس کے اصولوں کو چھوڑ کر کسی دوسرے کے احکام اُس گھر میں چلیں۔ جواب یقیناً نہیں میں ہوگا۔

تو آئیں سچے دل سے اللہ کے سامنے اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہوئے معافی مانگیں اور اپنے گھروں سے اس اسلامی نظام کی ابتدا کریں۔ اور دیکھیں کہ ہم نے پانچ دس افراد کے اس پانچ، دس مرلے کے ملک میں اللہ کی کتنی حدود کو نافذ کیا ہے اور آنے والے وقت میں اپنے رب کی نصرت کا انتظار کریں۔ جب اللہ فرشتوں کے

نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک خاتون آئی اور آ کر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! مجھ سے گناہ ہو گیا ہے۔ مجھے پاک کر دیں۔ آپ ﷺ نے ساری بات سنی اور فرمایا جاؤ اس بچے کو جنم دے کر آؤ تب وہ واپس پلٹی اور پھر اس کو جنم دیا اور پھر دوبارہ آپ ﷺ کے پاس آئی کہ اب پاک کر دیں۔ آپ ﷺ نے دوبارہ فرمایا: جاؤ اس بچے کو کھانا کھلانے تک نہ لے کر آنا۔ خاتون پلٹی اور چھ ماہ کے بچے کو کھانا کھلانا سکھایا۔ بچے کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا تھا وہ خاتون پھر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی کہ اللہ کے رسول مجھے پاک کر دیں۔ تب آپ ﷺ نے فرمایا: میرے صحابہ جاؤ اور اس عورت کو سنگسار کر دو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم لے گئے اور اسے سنگسار کر رہے تھے کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے ہڈی ماری جس سے سر سے خون کا فوارہ نکلا اور اس کے کپڑوں پر پڑا جس پر وہ صحابی کہنے لگا:

”اے پلید (ناپاک) عورت! جاتے جاتے میرے کپڑے

بھی ناپاک کر گئی۔“

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین واپس پلٹے اور اس بات کا ذکر آپ ﷺ سے کیا کہ فلاں صحابی نے یہ کہا ہے جس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس خاتون نے ایسی توبہ کی ہے کہ اللہ اس کی توبہ مدینہ والوں میں تقسیم کر دے تو اللہ سب مدینہ والوں کے گناہ معاف کر دے۔

جب انسان اللہ سے سچے دل سے اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہے اور پھر اس امید کے ساتھ کہ اللہ مجھ سے راضی ہو جائے اور مجھے معاف کر دے دوبارہ گناہ نہ کرنے کا عہد کرے تو اللہ اُس کی غلطیوں کو معاف فرماتا ہے۔

آج ہم سارے اپنے ارد گرد کے ماحول کا جائزہ لیں۔ اللہ کی

کہ اللہ میرے چھوٹے سے پاکستان میں صرف تیرا نظام چلے گا، اب اوروں کی گنجائش نہیں، گناہوں کا اعتراف تیرے دل کو صاف پاک کر دے گا اور اس میں رب کے احکام نازل ہونے کے لیے پاکیزہ جگہ مل جائے گی اور پھر اللہ اور اس کے رسول کی ہر بات تیرے نظام کا حصہ ہوگی اور تو زمین پر چلے گا اور تیری عظمت کے چرچے آسمان پر ہوں گے۔ جزاکم اللہ خیراً۔

ذریعے سے ہم پر امن اور سلامتی نازل کرے گا۔
یاد رہے کہ اس کے لیے ضروری ہے اللہ کی حاکمیت اور اس کے نازل کردہ احکام کے سامنے آنے والے بہن بھائیوں کے بتوں، دوستوں کے بتوں، معاشرے کے بتوں، رشتے داروں کے بتوں، معاشی بتوں کو توڑنا ہوگا۔
یقیناً بہت سی باتیں ہوں گی، ترقی کی راہ میں رکاوٹ کے جھانسنے ہوں گے، مگر دل جب رب کے سامنے رو کر یہ اعتراف کر چکا ہوگا

بقیہ: اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟

﴿يَخَافُونَ رَبَّهُمْ مِنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ﴾ [النحل: ۵۰]

”اللہ کے بندے اپنے رب سے ڈرتے ہیں جو ان کے اوپر ہے اور جو حکم انہیں دیا جائے اسے بجالاتے ہیں۔“
﴿وَقَالَ فِرْعَوْنُ يَا هَٰؤُلَاءِ اِنِّ لِي صَرَخًا لَّعَلِّي اُبْلَغُ الْاَسْبَابَ ۝ اَسْبَابَ السَّمَوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلَى الْاِلٰهِ مُوسٰى وَارٰى لَآظِنٰهُ كَاذِبًا﴾ [المومن: ۳۶، ۳۷]
”فرعون نے اپنے درباہوں کو دھوکا دینے کے لیے کہا: اے ہامان! میرے لیے ایک بلند عمارت بناؤ تاکہ میں ان راستوں تک پہنچ سکوں جو آسمانوں کے راستے ہیں، پھر موسیٰ کے اللہ کی طرف جھانک سکوں اور میں تو اسے جھوٹا ہی خیال کرتا ہوں۔“

اہل حدیث خاتم النبیین کا نفرنس

26 مئی 2013ء بروز اتوار بعد از نماز عشاء مرکزی جامع مسجد مبارک اہل حدیث لاہوری گیٹ چنیوٹ میں سالانہ خاتم النبیین کا نفرنس ہو رہی ہے جس میں خصوصی خطاب ہوگا۔ مولانا محمد یوسف پسروری، مولانا سیف اللہ خالد ملتانی اور دیگر علمائے کرام خطاب فرمائیں گے۔
(قاری عبدالرزاق ثار، خطیب مسجد ہذا)

ضرورتِ رشتہ

①..... شریف کشمیری گھرانہ کی ایم اے پاس سمارٹ، ذہین ترین لڑکی کے لیے رشتہ درکار ہے۔ غربت اور حالات کی ستم گیری نے بچی کو ڈپریشن کا شکار بنا دیا ہے۔ شرافت کے بعد ذات پات کی قید نہیں۔ خداترس مخلص نوجوان کے والدین جہیز کی خواہش کے بغیر رابطہ کریں۔
②..... ایف اے پڑھی کشمیری گھرانے کی خوب صورت، خوب سیرت صحت مند لڑکی کے لیے پر خلوص باروزگار رشتہ درکار ہے۔
ذات پات کی پابندی نہیں۔ جہیز سے معذرت۔

(رابطہ: 0343-4545600)

مولانا محمد اسحاق بھٹی کی کتاب ”گلستانِ حدیث“: ایک تعارفی مطالعہ

مولانا رفیق احمد رئیس سلفی (ادارہ علوم الحدیث علی گڑھ، ہندوستان)

و تقویٰ اور علم و تدین کو بہت قریب سے دیکھا ہے اور اپنے قلب و ذہن پر اس کے گہرے اور پرکشش نقوش مرتسم کیے ہیں۔ اسی طرح وہ عزیز ترین شاگرد ہیں مولانا محمد اسماعیل گوجراں والا اور مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہما اللہ کے، علوم شرعیہ میں جن کی مہارت اور دین داری اور شرافت کا کھلے دل سے اعتراف ان کے تمام معاصرین نے کیا ہے اور جو اپنے دور میں سلفی فکر و منہج کے مخلص اور بے باک ترجمان تھے۔ ان کو رفاقت میسر آئی ہے مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ کی جو اپنی ذات میں اسلامی علوم کا دائرۃ المعارف تھے۔ یہ رفاقت ”الاعتصام“ لاہور کی ادارت کے علاوہ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور میں کئی سالوں تک حاصل رہی ہے اور ان کے کئی ایک علمی و تحقیقی کاموں کی تکمیل ان کے سامنے ہوئی ہے۔

”ارمغانِ حنیف“ کا مطالعہ کریں تو پتا چلے گا کہ ایک فلسفی چائے خانے میں بھی علم و عرفان کے بیسیوں مسائل لطائف کی شکل میں بیان کر جاتا ہے۔ یوں تو صحبتیں ہر کسی کو میسر آتی ہیں لیکن ان سے خود کو فیض یاب کر لینا اور ان کے رنگ میں رنگ جانا ہر ایک کے نصیب میں نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے محترم بھٹی صاحب کو ان عالی مرتبت علماء اور اصحاب علم و فضل کی تربیت اور ان کی صحبتوں سے دامن مراد بھرنے کی توفیق بخشی اور اب وہ پوری دنیا کو نصوص قرآن و حدیث سے مزین اور دلائل توحید و سنت سے آراستہ اپنی دل کش، خوب صورت اور معلومات سے بھرپور تحریروں سے مستفید فرما رہے ہیں۔

ان کی خود نوشت سوانح ”گزر گئی گزران“ پڑھ کر یہ بھی معلوم ہوا

اردو تذکرہ نگاری اور خاکہ نویسی میں عالمی شہرت کی حامل ممتاز شخصیت مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمہ اللہ کی تازہ ترین کتاب ”گلستانِ حدیث“ اس وقت پیش نظر ہے۔ میرے مخلص دوست مولانا ارشد سراج الدین مکی صاحب نے ابھی حال ہی میں کسی دوست کے ذریعے پاکستان سے منگوائی ہے۔ تذکرہ اور سوانح سے میری دلچسپی انھیں اس وقت سے معلوم ہے جب ہم جامعہ سلفیہ (بنارس) میں زیر تعلیم تھے اور ہاسٹل کے ایک ہی کمرے میں ساتھ ساتھ رہتے تھے۔ انھوں نے میری درخواست پر کتاب علی گڑھ بھیج دی اور میں اسے از اول تا آخر نہ صرف پڑھ گیا بلکہ یوں کہیے کہ پڑھ کر نہال ہو گیا۔ موصوف کی ہر کتاب اپنے اندر یہی خصوصیت رکھتی ہے۔ برصغیر کی جماعت اہل حدیث کی تاریخ میں وہ پہلی شخصیت ہیں جنھوں نے اس کی گم شدہ کڑیوں کو بڑی حد تک جوڑ دیا ہے اور ملت اسلامیہ برصغیر کی تاریخ میں داعیانِ کتاب و سنت کا جو دینی، دعوتی، علمی، جہادی اور قائدانہ کردار رہا ہے، اس کو نمایاں کر دیا ہے۔ ہماری نئی نسلوں کو چاہیے کہ ان کی تمام کتابوں کو زیر مطالعہ رکھیں اور اپنے اسلاف کے تابندہ نقوش کو اپنی علمی اور عملی زندگی کا ضروری حصہ بنالیں۔

قابلِ صدا احترام بزرگ عالم دین مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب ایک دیدہ و مورخ، علم و تحقیق کی راہوں سے آشنا محقق، کہنہ مشق مصنف اور اسلامی قدروں کے محافظ صحافی ہونے کے ساتھ ساتھ ایک صاحبِ دل بزرگ بھی ہیں اور انھوں نے مولانا سید داود غزنوی رحمہ اللہ کی صحبت و تربیت میں کئی سال گزارے ہیں۔ مولانا غزنوی کے زہد

لیے ہم آپ کو ”گلستانِ حدیث“ میں لیے چلتے ہیں، جہاں بہت سے خوش رنگ اور خوشبودار پھولوں سے مصنف عالی وقار نے کئی ایک کیاریاں ترتیب دے ڈالی ہیں۔ ”گز گئی گزران“ سے ان شاء اللہ ملاقات بعد میں کرائیں گے۔

پیش نظر کتاب ”گلستانِ حدیث“ اس سلسلہ زریں کی ایک اہم کڑی ہے جو برصغیر پاک و ہند کے علمائے اہل حدیث کی ہمہ جہت خدمات کے تعارف کے لیے محترم بھٹی صاحب نے شروع کر رکھا ہے۔ بزمِ ارجمنداں، نقوشِ عظمت رفتہ، دبستانِ حدیث، قافلہ حدیث، برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن اور کاروانِ سلف وغیرہ اسی سلسلے کی کتابیں ہیں جن کی روشنی سے ان شاء اللہ دلوں کی تاریکیاں دور ہوں گی، جماعت کو حیات تازہ ملے گی اور ہماری نئی نسل اپنے اسلاف کے کارنامے پڑھ کر پورے عزم و حوصلے سے میدانِ عمل میں قدم رکھے گی۔

”گلستانِ حدیث“ چوراسی (۸۴) شخصیات کے تذکرے اور سوانحی خاکے پر مشتمل ہے۔ ان میں سید میاں نذیر حسین محدث دہلوی کے تلامذہ کے ذکر سے پہلے چار بڑی شخصیات اور بزرگوں کا ذکر کیا گیا ہے جن میں نمایاں ترین نام شاہ محمد اسماعیل شہید دہلوی رحمہ اللہ کا ہے۔ اس کے بعد انھوں نے میاں صاحب کے بیس تلامذہ کی شخصیات کا سوانحی خاکہ پیش کیا ہے، جن میں مولانا سلامت اللہ جیراج پوری، مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری، مولانا عبدالسلام مبارک پوری اور مولانا ابوالقاسم سیف بناری بطور خاص قابل ذکر ہیں۔ تلامذہ میاں صاحب کے بعد مصنف نے چونتیس (۳۴) خدام حدیث کا تذکرہ کیا ہے جو وفات پا چکے ہیں اور جن کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ اس ذیل میں انھوں نے مولانا سید تقریظ احمد سہوانی، مولانا عبدالجلیل سامرودی، مولانا عبید اللہ رحمانی، ڈاکٹر رضاء اللہ مبارک پوری، مولانا صفی الرحمن مبارک پوری اور ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری کی شخصیات اور ان کے علمی کارناموں کا تعارف کرایا ہے۔ آخر میں چھبیس ایسے خدام حدیث کا ذکر کیا ہے جو حیات ہیں اور جن کی ہمہ جہت خدمات کا فیض

کہ ان کے معمولات روز و شب کتنے روشن اور تاب ناک ہیں، کاش ہمیں بھی یہ کہنے کا اعزاز حاصل ہو جائے کہ روزانہ گھر سے نکلنے سے پہلے قرآن پاک کی تلاوت ضرور کرتا ہوں اور نماز فجر باجماعت گھر سے ایک کلومیٹر کے فاصلے پر واقع مسجد میں ادا ہوتی ہے۔ متعدد بچیوں کو انھوں نے قرآن کا ترجمہ پڑھا دیا ہے اور سینکڑوں اہل علم و فضل سے ان کے روابط دوستانہ اور ہمدردانہ ہیں۔

آج تو پڑھے لکھے لوگوں کا حال یہ ہے کہ ذرا سی مقبولیت ملی نہیں کہ دماغ آسمان پر پہنچ گیا اور شب و روز اپنی قصیدہ خوانی ان کا وظیفہ حیات بن گیا۔ یہیں سے علم کا زوال شروع ہو جاتا ہے اور شیخی و تعلی شخصیت کو گھنا دیتی ہے۔ اس موڑ پر شیطان کے پھندے سے خود کو بچا لے جانا انھی خوش نصیبوں کا مقدر ہے جنھوں نے تزکیہ و احسان کی منزلیں کسی کی راہنمائی میں طے کی ہوں۔ ”حکومتوں کا وظیفہ قطار میں کھڑے ہو کر وصول کرنے والے اپنے نبی کا بتایا ہوا وظیفہ بھول گئے ہیں۔“ یہ محض ایک جملہ نہیں بلکہ ہماری ملتی تارخ کا پورا المیہ اس میں سمٹ کر آ گیا ہے۔ تجربات اور مشاہدات سے بھرپور یہ جملہ محترم بھٹی صاحب کے علاوہ دوسرا کون کہہ سکتا ہے۔ اوراد و وظائف میں تصوف کی بدعات کو فروغ اسی لیے ملا کہ داعیانِ کتاب و سنت کی اپنی زندگیاں ان اوراد و اذکار سے خالی ہو چکی ہیں جن سے احادیث کی کتابیں معمور ہیں۔ کاش ہمیں توفیق مل جائے کہ جس احسان و تزکیہ کا حوالہ دے کر اہل بدعت نے خلق خدا کو ہلاکت کے جوہڑ میں ڈبو دیا ہے، ہم اس کے چشمہ شیریں سے ملت کو حیات تازہ عطا کرنے کے لیے کوئی انقلابی قدم اٹھاسکیں۔

محترم بھٹی صاحب کی خودنوشت سوانح بہت اہم کتاب ہے، ابھی تک ہندوستان سے اس کی اشاعت نہیں ہو سکی ہے، کاش کوئی ناشر اسے بھی شائع کر دیتا تاکہ یہاں کے اہل علم اس سے بھی استفادہ کر پاتے۔

بہر حال اس بات کو یہیں چھوڑ کر دل و دماغ کو معطر کرنے کے

جاری و ساری ہے۔ اس باب میں انھوں نے مولانا محمد اسرار نیل ندوی سلفی، مولانا ارشاد الحق اثری، مولانا احمد مجتبیٰ سلفی، ڈاکٹر عبدالرحمن فریوائی، مولانا عارف جاوید محمدی، حافظ زبیر علی زئی، مولانا اصغر علی امام مہدی، مولانا محمد انور محمد قاسم سلفی اور مولانا عبدالحق مدنی وغیرہم کا تذکرہ کیا ہے۔

مولانا غلام اعلیٰ قصوری کے تذکرے میں انھوں نے ایک بڑی اہم بات لکھی ہے۔ میں اسے یہاں درج کرنا ضروری سمجھتا ہوں تاکہ بعض دوسرے اہل علم کی بھی غلط فہمی دور ہو جائے۔ ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر صاحب (ڈائریکٹر سیرت چیئر اسلامیا یونیورسٹی بہاول پور) نے اپنی کتاب ”علوم الحدیث: فنی، فکری اور تاریخی مطالعہ“ میں برصغیر میں منکرین حدیث کے پانچ مراکز بتاتے ہوئے علی گڑھ کو بھی انکار حدیث کا ایک مرکز قرار دے دیا ہے۔ محترم بھٹی صاحب نے ان کی تحریر کا نوٹس لیا ہے اور پانچوں مراکز کی صورت حال پر گفتگو کرتے ہوئے ان کے خیال کی تردید فرمائی ہے۔ علی گڑھ کے بارے میں انھوں نے لکھا ہے:

”علی گڑھ کبھی الحاد یا انکار حدیث کا مرکز نہیں رہا۔ بے شک ایک زمانے میں سرسید احمد خاں کے بعض مذہبی افکار میں تبدیلی آگئی تھی لیکن ان کے مذہبی افکار سے چند ہی افراد متاثر ہوئے۔ خود ان کے سوانح نگار مولانا حالی (مصنف حیات جاوید) پر ان کے مذہبی افکار کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ انھوں نے علی گڑھ کالج (پھر یونیورسٹی) قائم کر کے ہندوستانی مسلمانوں کی بے حد خدمت کی، اس پر کسی کو اعتراض نہیں بلکہ سب اسے ان کا عظیم کارنامہ قرار دیتے ہیں۔ مذہبی اعتبار سے علی گڑھ مولانا عبد الجلیل شہید کا شہر تھا، جنھوں نے ۱۸۵۷ء میں انگریزوں سے لڑتے ہوئے اسی شہر میں شہادت پائی، (شہر کی جامع مسجد میں اس کے شمالی دروازے سے متصل صحن مسجد میں دیگر شہداء کے ساتھ مولانا

عبد الجلیل علی گڑھی کی قبر ہے [رفیق]) ان کے بیٹے مولانا محمد اسماعیل کا شہر تھا۔ مولانا عبدالنواب غزنوی علی گڑھ کے شہری تھے، جنھیں ہزاروں حدیثیں زبانی یاد تھیں۔ اس شہر میں ہمیشہ علمائے حدیث کا اثر رہا۔ اب بھی یہی حالت ہے۔ وہاں کے لوگ منکرین حدیث سے متاثر نہیں ہیں۔ وہ حدیث کو ماننے والے اور اس پر عمل کرنے والے مسلمانوں کا مرکز تھا اور مرکز ہے۔“ (ص: ۸۳)

محترم بھٹی صاحب نے علی گڑھ کی بالکل صحیح اور واقعی تصویر پیش کی ہے۔ میں علی گڑھ میں ہی رہتا ہوں بلکہ اب یہی میرا وطن ہے۔ یہ شہر نہ کبھی منکرین حدیث کا مرکز رہا ہے اور نہ آج ہے۔ قدیم شہر اور رسول لائسنس دونوں حصوں میں اہل سنت مسلمانوں کی بڑی تعداد آباد ہے۔ جماعت اہل حدیث کی یہاں دس مساجد ہیں۔ سات قدیم شہر میں اور تین یونیورسٹی کے علاقے یعنی سول لائسنس میں۔ یونیورسٹی کے تمام اقامتی ہالوں میں مساجد ہیں جو طلبہ اور یونیورسٹی کے ملازمین سے آباد ہیں۔ یونیورسٹی کی تمام مساجد میں جہری نمازوں میں صدائے آمین گونجتی ہے اور اہل حدیث طلبہ یہاں دعوت و تبلیغ کی اپنی سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے ہیں۔ میں خود بھی اس علاقے میں کئی مقامات پر ہفت روزہ درس قرآن اور درس حدیث دیتا ہوں، یونیورسٹی کی مساجد میں محاضرے اور مختلف موضوعات پر تقریریں ہوتی ہیں۔ میں قدیم شہر کی ایک اہل حدیث مسجد میں گزشتہ ۲۷ سال سے خطبہ جمعہ دیتا ہوں، جس میں شرکاء کی بڑی تعداد دیوبندی اور بریلوی مسلک سے تعلق رکھتی ہے۔ وہ یہاں خطبات سنتے ہیں اور پھر اللہ توفیق دیتا ہے تو کتاب و سنت پر عمل شروع کر دیتے ہیں۔ ایک بڑی تعداد نئے اہل حدیث افراد کی ہے اور وہ اپنے اپنے حلقوں میں مصروف دعوت و ارشاد ہیں۔ اللہ ان خدمات کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور وہ ان تمام بزرگوں، احباب اور دوستوں کو شاد و آباد رکھے جن کے تعاون، تائید اور حمایت سے یہ سارے کام انجام

دے پار ہا ہوں، آمین۔

میں ذاتی طور پر شکر گزار ہوں کہ مصنف ذی اکرام نے شیخ الحدیث مولانا عبید اللہ رحمانی رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرے میں ”مکاتیبِ حضرت شیخ الحدیث“ کا تعارف کراتے ہوئے اس فقیر کا بھی ذکر کیا ہے اور میری مرتب کی ہوئی کتاب کو شیخ الحدیث کی شخصیت کے حوالے سے بیش قیمت قرار دیا ہے۔ کاش میں اپنی کمزوریوں اور کوتاہیوں پر قابو پاتے ہوئے ان امیدوں پر کھرا اترتا جو مصنف محترم نے مجھ سے وابستہ کی ہیں۔ کوئی علمی کام اہل علم کی نگاہوں میں آ جائے، کسی مصنف کے لیے اس سے بڑی سعادت کی بات کیا ہو سکتی ہے۔ یہ بھی المیہ ہے کہ ہمارے ملک (ہندوستان) کے کسی صاحب علم کو اس کتاب پر تبصرہ کرنے کی بھی توفیق نہیں ہوئی (بلکہ بہتوں کے منہ کا ذائقہ بگڑ گیا اور ان کے کلیجے بھینچ گئے) اور محترم بھٹی صاحب نے اسے شیخ الحدیث کی شخصیت کے تعارف کے لیے ایک اہم کتاب قرار دے دیا۔ ہیرے کی پرکھ جو ہری ہی رکھتا ہے اور اللہ نے ہمارے محترم بزرگ کو ان تمام خوبیوں سے فیض یاب کیا ہے۔ وہ نہ صرف جوہری کی نظر رکھتے ہیں بلکہ دنیا جہاں سے دانہ دانہ جمع کر کے ذخیرہ بنانے کا سلیقہ بھی انھیں آتا ہے۔

”گلستانِ حدیث“ کے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے ہر شخصیت کے امتیازی کارناموں اور ان کی نمایاں خصوصیات کا تذکرہ کیا ہے۔ صاحب تصانیف حضرات کی کتابوں کی تفصیل بتاتے ہوئے ان کے مضامین اور موضوعات کی نشان دہی فرمائی ہے۔ اگر ان کی جہد و مساعی کا میدان دعوت و تبلیغ رہا ہے تو ان کی فتوحات اور کامرانیوں کا ذکر جمیل کیا ہے۔ اصحابِ سوانح کے اخلاقِ عالیہ اور صفاتِ حمیدہ کے بیان میں موصوف کا قلم بڑی فیاضی سے رواں دواں رہتا ہے اور اس باب میں وہ اپنی طرف سے کوئی کسر نہیں چھوڑتے۔ ایک خاص بات یہ ہے کہ اگر انھوں نے زیرِ قلم شخصیت کو دیکھا ہے، اس سے ملاقات کی ہے یا اس کے بارے میں کسی سے کچھ سنا ہے تو اس کا ذکر اولین فرصت میں

کرتے ہیں اور اس طرح کرتے ہیں کہ تصویر نگاہوں میں سما جاتی ہے۔ موصوف کے یہاں نہ لفظوں کی کمی ہے اور نہ تعبیرات میں کوئی تنگی ہے، وہ محلِ الفاظ اور تعبیرات درج کرنے میں پوری مہارت رکھتے ہیں۔ شخصیت کے وہ پہلو ضرور نمایاں کرتے ہیں جن میں عبرت و نصیحت کا کوئی سامان ہوتا ہے، کیونکہ اعظمِ رجال کا تذکرہ لوگ اسی لیے پڑھتے ہیں کہ انھیں اپنا نمونہ اور آئیڈیل بنائیں۔ خاکہ تیار کرتے ہوئے درمیان میں اپنے تجربات اور مشاہدات سے بھی قاری کے ذہن کی ضیافت کرتے ہیں اور اپنے خیالات و افکار سے بھی آگاہ کرتے جاتے ہیں۔ اگر اس طرح کی باتیں ان کی تمام سوانحی کتابوں سے جمع کی جائیں تو مصنف کے افکار و نظریات کی ایک مستقل کتاب تیار ہو جائے گی۔

ضروری اعلان

- ہفت روزہ ”الاعتصام“ لاہور میں مضامین ارسال کرنے والے خواتین و حضرات درج ذیل باتوں کا ضرور خیال فرمایا کریں:
- ⊙ مضمون کاغذ کی ایک طرف لکھا ہو، صاف ستھرا اور حاشیہ چھوڑ کر لکھیں۔
 - ⊙ مضمون مدلل، باحوالہ، آیت، حدیث اور کتب کے نام و صفحہ نمبر مکمل تحریر فرمائیں۔
 - ⊙ جلسوں، کانفرنسوں کے اشتہارات یا اعلانات بھیجنے والے احباب اس کا اعلان جلسہ یا کانفرنس کے انعقاد سے پندرہ دن پہلے ارسال کر دیا کریں، نیز ان جلسوں یا تقاریب کی رپورٹ وغیرہ شائع کرنے سے ادارہ قاصر ہے۔
 - ⊙ مضمون ارسال کرنے والے شائع ہونے کے لیے اپنی باری کا انتظار کیا کریں نیز غیر معیاری مضامین کی اشاعت سے اداہ معذرت خواہ ہے۔ امید ہے قارئین دفتر الاعتصام سے تعاون کریں گے۔ (نیچر)

حافظ عبید اللہ انور رحمہ اللہ حیات و خدمات

فاروق الرحمن یزدانی جامعہ سلفیہ فیصل آباد

کرنے کے لیے جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ میں داخلہ لیا اور ۱۹۹۳ء میں سند ”شہادۃ العالیہ“ حاصل کی۔ اس دوران جید چک میں اسی مسجد میں مختلف تبلیغی پروگرام منعقد کیے جاتے جن میں سالانہ کانفرنسیں بھی شامل تھیں، کچھ احباب بھی ہم خیال ہو چکے تھے لیکن حافظ عبید اللہ صاحب سے کوئی رابطہ نہیں تھا۔ کیونکہ ۱۹۸۲ء میں جب میں دینی تعلیم حاصل کرنے کے لئے گھر سے نکلا تو اس سے پہلے صوفی رحمت اللہ اور ان کی فیملی گوجرانوالہ چلی گئی تھی اس طرح حافظ صاحب موصوف کی آمد کا سلسلہ بھی بند ہو گیا۔

بعد ازاں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے گاؤں میں کچھ لوگ اہل حدیث ہو گئے جن میں چوہدری عبدالغفور کمبوہ، چوہدری عبدالحمید کمبوہ اور محمد شریف مشین والا (یہ محترم مسلم آباد سے آکر رہائش پذیر ہوئے تھے) خصوصاً قابل ذکر ہیں پھر ۱۹۹۴ء میں مسجد اہل حدیث کا قیام عمل میں آیا تو شدت سے خواہش پیدا ہوئی کہ حافظ عبید اللہ انور صاحب کو بلانا چاہیے تاکہ وہ اس گاؤں میں مسلک اہل حدیث کی ترویج و اشاعت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر خوش ہوں کہ ان کی محنت رنگ لائی ہے اور ان کی تقاریر کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے صدقہ جاریہ کا بندوبست فرما دیا ہے، لیکن ان کا کوئی پتہ وغیرہ بھی معلوم نہ تھا اور صوفی رحمت اللہ صاحب بھی فوت ہو چکے تھے۔ ان اللہ وانا الیہ راجعون بس یہی معلوم تھا کہ عارف والا کے علاقے میں کسی گاؤں میں رہتے ہیں۔

راقم السطور کو اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل و کرم سے نوازا اور ۲۰۰۲ء میں جامعہ سلفیہ فیصل آباد کے ساتھ منسلک کر دیا۔ دورانِ تدریس عارف والا کے علاقہ سے تعلق رکھنے والے طلباء کو حافظ

تقریباً ۸۰-۱۹۷۹ء پس و پیش کی بات ہوگی کہ ہمارے گاؤں جید چک نمبر ۱۶ میں دو بھائی وقتاً فوقتاً تشریف لایا کرتے تھے ایک مولانا عطاء اللہ رہبر رحمہ اللہ تھے اور دوسرے حافظ عبید اللہ انور رحمہ اللہ۔ ثانی الذکر کی آواز بڑی مسور کن اور سریلی تھی۔ عموماً فکر آخرت کے موضوع پر خطاب فرماتے۔ گاؤں میں ایک بزرگ تھے صوفی رحمت اللہ جو کہ گجر برادری سے تعلق رکھتے تھے اور عارف والا کے علاقے سے آکر رہائش پذیر ہوئے تھے۔ یہ دونوں بھائی ان سے میل ملاقات کے لیے تشریف لاتے تو ایک دو دن ٹھہرتے اور مسجد میں وعظ فرماتے اگرچہ صوفی رحمت اللہ کے علاوہ مسجد کے باقی نمازی اور انتظامیہ سب دیوبندی مکتبہ فکر سے تعلق رکھتے تھے۔ لیکن حافظ عبید اللہ انور رحمہ اللہ کی تقریر کو سب پسند کرتے اور چھوٹے بڑے حافظ صاحب کی آمد پر بہت خوش نظر آتے اور پوری دلجمعی سے خطاب سنتے تھے۔

ہمارے گاؤں کے قریب ایک گاؤں ہے مسلم آباد اس وقت اس کا نام ”کونٹیا نوالی“ تھا وہاں اہل حدیث مسجد بھی تھی اور جماعت بھی۔ جب بھی حافظ صاحب یا کوئی اور خطیب آتا تو مسجد کے لاؤڈ سپیکر سے اعلان کر دیا جاتا کہ فلاں مولانا صاحب تشریف لائے ہیں اور ساتھ آواز دی جاتی ”کونٹیا نوالی والیوںسی وی آ جاؤ“ تو اس طرح مسلم آباد کے احباب جماعت بھی تشریف لے آتے اور ایک جلسہ کی صورت بن جاتی۔ میرا اس وقت بچپن کا زمانہ تھا اور سکول میں پرائمری کی تعلیم حاصل کر رہا تھا لیکن حافظ صاحب کی تقاریر سن کر مجھے شوق پیدا ہوا کہ میں نے بھی دینی تعلیم حاصل کرنی ہے اور مولانا کی طرح تقریر کیا کروں گا۔ ۱۹۸۲ء میں دارالعلوم رحمانیہ منڈی فاروق آباد میں داخلہ لیا اور قرآن مجید حفظ کیا۔ ۱۹۸۶ء میں درس نظامی کی تعلیم حاصل

کرنا وہ اس فریضہ کو بخوبی نبھاتے رہے کتنے ایسے لوگ ہیں جو ان کی تعلیم و تربیت کے نتیجے میں قرآن وحدیث کے عامل بن گئے اور کئی قسم کی خرافات اور رسوم و رواج سے کنارہ کشی کر لی۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ دور دراز علاقوں میں عموماً اور عارف والا کے قرب وجوار میں خصوصاً دعوت دین کا فریضہ ادا کرنے کے لیے اپنی تمام صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے رہے اللہ تعالیٰ ان کی مساعی جمیلہ کو قبول فرما کر ان کے لیے صدقہ جاریہ بنائے اور ان کے رفیع درجات کی بلندی کا باعث بنائے۔ آمین

یہ تھی وہ عظیم شخصیت جو اپنی زندگی کے لیل ونہار کو دین اسلام کی خدمت کے لیے صرف کر رہے تھے اور میں ان کی تلاش میں سرگرداں تھا کہ مجھے بھی ان سے یک گونہ تعلق تھا اور میں اپنے اس محسن کی خدمت میں حاضر ہو کر شکر یہ کی صورت میں نذرانہ عقیدت پیش کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ بورے والا میں ایک تبلیغی پروگرام سے واپسی پر مولانا عبدالرحمن سلفی، جو ان دنوں مدرسہ اشاعت الاسلام میں استاد تھے، کے ہمراہ ان کے گاؤں 141.E.B نزد 149-E.B عارف والا گیا لیکن اتفاق ایسا ہوا کہ حافظ صاحب عارف والا شہر گئے ہوئے تھے ساری دوپہر بلکہ سارا دن حضرت کے انتظار میں گزارا مگر ملاقات نہ ہو سکی موبائل فون کی سہولت میسر نہ تھی اس طرح مایوس واپس آ گیا۔ چک ۱۴۹ کے سٹاپ پر گاڑی کے انتظار میں کھڑا تھا کہ مدرسہ اشاعت الاسلام کا ایک طالب علم دوڑتا ہوا آیا کہ مولانا عبدالرحمن سلفی صاحب رحمہ اللہ آپ کو بلا رہے ہیں کہ جس آدمی سے آپ ملنا چاہتے ہیں وہ تشریف لائے ہیں، کیونکہ جب ہم واپس پلٹے تو تھوڑی دیر بعد حافظ صاحب گھر تشریف لائے تو انہیں بتایا گیا کہ مہمان آپ کا انتظار کرتے رہے ہیں تو حافظ صاحب فوراً واپس آئے مولانا عبدالرحمن سلفی صاحب سے ملے تو انہوں نے مجھے سٹاپ سے واپس بلوایا۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم تھا کہ اللہ کریم نے میری دیرینہ خواہش کی تکمیل فرمائی ورنہ اگر میں مولانا عبدالرحمن سلفی صاحب کو ساتھ نہ لے کر گیا ہوتا تو پھر بھی مجھ سے رابطہ ناممکن تھا کیونکہ حافظ صاحب مجھے تو

صاحب کا حلیہ وغیرہ بتا کر اکثر معلوم کرتا رہتا آخر کار مجھے معلوم ہوا کہ عارف والا کے قریب چک نمبر 141.E.B ایک گاؤں کے خطیب کا نام حافظ عبید اللہ ہے چنانچہ راقم نے مولانا کو خط لکھا، پس منظر سے آگاہ کیا اور استفسار کیا کہ آپ وہی حافظ عبید اللہ صاحب ہیں یا کوئی اور؟ تو مولانا موصوف کا مثبت جواب آنے پر ان سے خط و کتابت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ پھر اکثر اوقات فون پر بھی ایک دوسرے کی خیریت معلوم کرتے رہے۔ اب مولانا سے میری ملاقات کا واقعہ بھی بڑا دلچسپ ہے لیکن آگے بڑھنے سے پہلے حضرت حافظ صاحب کا تعارف ضروری ہے اس لیے آئیے ہم جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ جس شخصیت کو اللہ تعالیٰ نے میری ہدایت اور دینی تعلیم کے حصول کی طرف مائل ہونے کا سبب بنایا وہ کون ہیں؟ حافظ عبید اللہ انور رحمۃ اللہ علیہ یکم اپریل ۱۹۵۲ء کو چک نمبر 141.E.B تحصیل عارف والا ضلع پاک پتن میں مولانا نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں ہی حاصل کی بعد ازاں مرکزی مسجد گول چوک اوکاڑا میں قرآن مجید حفظ کرنے کے لیے چلے گئے اور یہاں دس پارے حفظ کیے اس کے بعد دارالعلوم تقویۃ الاسلام شیش محل روڈ لاہور میں داخلہ لیا، حفظ القرآن مکمل کیا اور وہاں سے ہی درس نظامی کی تعلیم حاصل کی اور ۱۹۷۲ء میں سند فراغت حاصل کی۔

تعلیم کے حصول کے بعد عملی زندگی کا آغاز جامعہ محمدیہ اوکاڑا میں شعبہ حفظ کے استاد کی حیثیت سے کیا۔ پھر جامعہ کمالیہ دارالحدیث منڈی راجوال میں تشریف لے گئے اور شیخ الحدیث مولانا محمد یوسف راجوالوی رحمہ اللہ کی سرپرستی اور نگرانی میں طلبہ کی تعلیم و تربیت میں مشغول ہو گئے اس کے ساتھ ساتھ مختلف مقامات پر دعوت و تبلیغ کا عمل بھی جاری رکھا۔ نیز جامع مسجد اہل حدیث چونگی نمبر ۱۴ ملتان میں خطابت کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ شیخ الحدیث مولانا شمس الحق ملتانی رحمہ اللہ کی نگرانی میں دعوت و تبلیغ کا یہ سلسلہ جاری تھا کہ ۱۹۷۸ء میں گورنمنٹ کی ملازمت مل گئی اور وہ محکمہ تعلیم سے وابستہ ہو گئے۔ لیکن ان کا جوصل منہج تھا قرآن وحدیث کی تعلیم سے نونہالوں کو آگاہ

اور ساتھ ہی اصرار کیا کہ جنازہ آپ نے پڑھانا ہے راقم نے عرض کیا کہ علاقہ میں بہت سے جید علماء کرام تشریف فرما ہیں جو جنازہ میں بھی شامل ہوں گے لہذا آپ کسی بزرگ عالم دین سے درخواست کریں۔ لیکن ان کا اصرار انکار پر غالب رہا تو بندہ ناچیز حاضر ہوا اور بعد نمازِ ظہر عارف والا میں ان کی نمازِ جنازہ ادا کی گئی اور ان کے بڑے بھائی مولانا عطاء اللہ رہبر رحمہ اللہ کے پہلو میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

مولانا مرحوم بڑے ملنسار، خوش اخلاق اور حلیم الطبع تھے۔ ہر آدمی کی طرح مولانا رحمہ اللہ کی خواہش اور کوشش بھی تھی کہ ان کی اولاد علم دین سے آراستہ ہو اور دین اسلام کے داعی اور مبلغ بنیں چنانچہ انہوں نے اپنے بچوں کو دینی تعلیم دلائی ان کے بڑے بیٹے حافظ احسان الہی گورنمنٹ پرائمری سکول میں ہیڈ ماسٹر ہیں اور اپنے گاؤں میں خطبہ جمعہ دے رہے ہیں۔ دوسرے بیٹے محمد عثمان اسد B.S.c کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور ساتھ دعوت و تبلیغ کا سلسلہ بھی جاری رکھے ہوئے ہیں۔ تیسرے بیٹے اسامہ ابھی چھوٹی عمر میں ہیں اور تعلیمی مراحل سے گزر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ رب العزت مولانا کی مساعی جلیلہ کو قبول فرمائے اور ان کی اولاد کو ان کا حقیقی جانشین اور صدقہ جاریہ بنائے، آمین ثم آمین۔

پچانتے نہیں تھے اور اگر مجھے سٹاپ پر دیر نہ ہوتی تو پھر بھی میں ناکام لوٹتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے وعدے سچے ہیں جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کوشش کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ناکام نہیں کرتے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم جو کام بھی کریں محض اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لیے کریں اور پھر اس کے لیے پوری قوت صرف کر دیں یقیناً اللہ تعالیٰ کامیابی سے ہم کنار فرمائیں گے۔ ان شاء اللہ

بہر حال یہ میری ان سے مختصر اور پہلی ملاقات تھی اس کے بعد مولانا موصوف عارف والا شہر میں رہائش پذیر ہو گئے تو اب ان سے ملاقات آسان ہو گئی چنانچہ ان کی خدمت میں کئی دفعہ حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ مولانا رحمہ اللہ عرصہ دراز سے بیمار تھے، آخری سالوں میں عارضہ قلب، شوگر اور گردوں کے مرض میں مبتلا ہو کر علیل ہو گئے۔ ان کی صحت کے متعلق خبریں تو ملتی رہیں لیکن یہ معلوم نہ تھا کہ حضرت اتنی جلدی سفر آخرت پر روانہ ہو جائیں گے۔ آخر کار وہ وقت موعود آ پہنچا جس سے کسی کو بھی مفر نہیں۔ علاج معالجہ کے دوران ۱۳ فروری ۲۰۱۳ء کو عشاء کی نماز کے بعد اپنے بچوں سے باتیں کرتے کرتے اچانک داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔

انا لله وانا اليه راجعون .

دوسرے دن ۱۴ فروری کی صبح برادر محمد عثمان اسد نے اطلاع دی

تعاون کی درخواست

مسجد جامع اہل حدیث، ملتان کے محلہ قدیر آباد میں تاریخی مسجد ہے۔ الحمد للہ اپنی مدد آپ کے تحت احباب ملتان و جماعت اہل حدیث کے بھرپور تعاون سے تعمیر مکمل ہو چکی ہے۔ اب بجلی کی وائرنگ کا کام ہونا باقی ہے۔ درج ذیل سامان کی ضرورت ہے۔ احباب ضرور تعاون فرمائیں اور اللہ کا گھر روشن فرمائیں۔ جزاکم اللہ خیراً

- ۱: بجلی کی تار 7x29 (40 کوائل)
- ۲: بجلی کی تار 7x44 (6 کوائل)
- ۳: بجلی کی تار 40x76 (5 کوائل)

حافظ عبدالخبیر اویسی

خطیب مسجد جامع اہل حدیث، محلہ قدیر آباد، ملتان

رابطہ نمبر: 0300-4240168

تحفہ ہے۔ ابن وہب سے منقول ہے کہ امام مالک کے پاس سنت کا ذکر کیا گیا تو کہنے لگے:

السنة سفينة نوح، من ركبها نجا، ومن تخلف عنها غرق. (ذم الکلام للهروی: ۱۴ / ۱۲۳، رقم: ۸۸۵)
”سنت نوح علیہ السلام کی کشتی ہے، جو اس میں سوار ہوا نجات پا گیا، اور جو رہ گیا غرق ہو گیا۔“

یوں چھوٹی سے چھوٹی چیز میں سنت کی پیروی لازمی ہے۔ جو امور رسول اقدس ﷺ نے انجام دیے ہیں ان میں آپ ﷺ کی اتباع لازمی ہے۔ اسی طرح جس چیز کی علت موجود ہو، مانع منافی ہو پھر بھی آپ ﷺ نے نہ کیا ہو اس کے ترک کرنے میں بھی اتباع لازمی ہے۔ بعض علماء اس کو سنت ترکیہ کا نام دیتے ہیں۔

بعض فضلاء کے پاس جب فاضل مؤلف اور کتاب ہذا کا تذکرہ ہوا تو کہنے لگے کہ فاضل مؤلف کو شوق علمی سے دور حاضر کے جدید مسائل..... تبدیلی خون، اعضاء کی پیوند کاری، تصویر، سود اور بیمہ کے تحلیل پر بھی خامہ فرسائی کرنی چاہیے۔ نیز انکار حدیث کے پرانی شکاری جو نئے جال بن کر نسل نو کی فکر میں زلیغ و ضلال داخل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں ان کی بھی سیخ کنی کرنی چاہیے۔

اس میں کیا شک ہے کہ جدید مسائل پر توجہ کی ضرورت ہے؟ اگر علماء نے بھی توجہ نہیں کرنی تو کون کرے گا؟ مگر اس میں بھی کیا شک ہے کہ چھوٹے سے چھوٹے مسئلہ کو سنت کے میزان میں تولنا بھی لازمی ہے جس کے لیے حدیث کی صحت و ضعف کا علم بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ بلکہ کوئی بھی مسئلہ جدید مسائل سمیت نفی و اثبات میں حدیث کی صحت و ضعف کے واضح ہونے کا محتاج ہے۔ بہر حال خبر اور علم جتنا پھیلے اتنا بہتر ہے۔ شرعی علم جتنا سمیٹ لیا جائے اتنا افضل ہے۔ ضرورت جس کی مقتضی ہو اس پر توجہ بھی لازم ہے۔ اس لحاظ سے یقیناً تحقیق و تخریج سمیت جدید مسائل کو بھی زیر بحث لانا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو سنت کا پیروکار اور قدردان بنائے کہ سنت سے سرمو بھی انحراف نہ ہو، آمین۔

تبصرہ کتب

تبصرے کے لیے کتاب کے دونوں کا آنا ضروری ہے

مسنون تسمیہ (اشاعت دوم)

مؤلف: عبدالرؤف بن عبدالحنان بن حکیم محمد اشرف سندھو
ضخامت: ۳۶۶ صفحات (جلد)۔ ناشر: دارالاشاعت اشرفیہ سندھو، قصور
تبصرہ نگار: موبہب الرحیم

فاضل مصنف عربی اور اردو کی کئی ایک کتب کی تحقیق کر چکے ہیں۔ جب کہ مستقل موضوعات پر بھی بعض رسائل لکھے ہیں، جن میں سے ایک یہ رسالہ ہے۔ یوں تو کتاب کا اصل محرک کھانے پینے سے پہلے ”بسم اللہ“ پوری پڑھنے یا صرف ”بسم اللہ“ پڑھنے کا مسئلہ ہے، مگر اس کے ساتھ ساتھ ”بسم اللہ“، یعنی ”تسمیہ“ کے دیگر مسائل بھی آگئے ہیں۔ مولانا شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ نے عون المعبود میں ”بسم اللہ“ کھانے پینے سے پہلے پوری پڑھنے پر چند دلائل دیے ہیں۔ فاضل مصنف نے بڑی وضاحت کے ساتھ ان دلائل کا تجزیہ کیا ہے۔

کتاب کے چند اہم ابواب یہ ہیں:
تسمیہ کی مشروعیت، تسمیہ کا حکم، (مولانا) شمس الحق عظیم آبادی کا موقف، (مولانا) شمس الحق عظیم آبادی کے دلائل کا جواب، کن مقامات پر بسم اللہ پوری پڑھی جائے، اذکار مسنونہ میں اضافے کا حکم۔
کتاب کی کمپوزنگ عمدہ ہونے کے باوجود بعض جگہ غلطیاں رہ گئی ہیں۔ ابن عثیمین نے ”الشرح الممتع“ میں ص: ۹۷، صحیح لفظ الشرح الممتع ہے۔

ص ۷۸ اور دوسری جگہوں پر ”فاکھی“ کو ”فاکھی“ لکھا ہے، اردو میں دو چشمی ہاء جب کسی لفظ سے ملے تو وہ مرکب ہو کر مستقل ایک لفظ بن جاتا ہے۔ جب کہ ہائے مدورہ کی الماء بھی مختلف ہے، تلفظ بھی اور معنی بھی، مثلاً: بھاری، بھاری۔ تھائی، تھائی وغیرہ۔ لہذا درج بالا لفظ کو اردو میں ”فاکھی“ لکھنا درست ہے۔

سنت سے محبت کرنے والوں کے لیے یہ کتاب ایک گراں قدر

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے جد امجد امام عبدالسلام رحمہ اللہ کی فقہ الحدیث کی بلند پایہ کتاب

منتقى الاخبار (مترجم)

خصوصیات

○ امام عبدالسلام رحمہ اللہ جد امجد شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی یہ کتاب معاشرتی مسائل و احکام پر جامعیت کے لحاظ سے ایک خاص مقام و مرتبے کی حامل ہے، اس میں چار ہزار احادیث مبارکہ عربی متن اور اردو ترجمے کے ساتھ جمع کی گئی ہیں۔

○ اس عظیم کتاب کا سلیس اردو ترجمہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد داؤد راجہ رحمہ اللہ نے فرمایا تھا۔ اس پر نظر ثانی، تنقیح و تہذیب مولانا محمد ابوبکر صدیق السلفی رحمہ اللہ نے فرمائی ہے۔

○ یہ اہم کتاب ① مضبوط جلدوں پر مشتمل ہے۔ عمدہ گلیف کاغذ، کمپیوٹر کمپوزنگ

قیمت = 1300 روپے عام رکھی گئی ہے۔

ناشر: دار الدعوة السلفیہ، ۳۱- شیش محل روڈ لاہور۔ پوسٹ کوڈ ۵۴۰۰۰

پاکستان کے حکمران، محکوم یا آزاد

محکوم کی ہر سانس ہے اک تازہ قیامت
 آزاد کی دنیا میں مسرت ہی مسرت
 پیشانی محکوم پہ افلاس کا سایہ
 آزاد کی ٹھوکر میں ہے گنجینہ دولت
 محکوم کے سینہ میں دکھتا ہے جہنم
 آزاد کے پہلو میں مچلتی ہوئی جنت
 محکوم کا انداز تبسم بھی ہے ماتم
 آزاد کے آنسو میں جھلکتی ہوئی عشرت
 محکوم زِ دل تا بہ نظر مرگ تمنا
 آزاد زِ سر تا بقدم زندہ حقیقت
 محکوم کے ماتھے پہ ندامت کی سیاہی
 آزاد کے چہرے پہ ہے جرأت کی صباحت
 محکوم کو ہے صلح و خوشامد سے سروکار
 آزاد کو ہر جور سے نکلانے کی عادت
 محکوم ہے اغراض کا اک بندہ خود کام
 آزاد ہے اک پیکرِ ایثار و مروت
 محکوم کو جینے کا نہ مرنے کا سلیقہ
 آزاد کو معلوم ہے ہر چیز کی غایت
 ذرہ سے ہے محکوم کی آنکھوں میں چکا چوند
 آزاد کو سورج سے الجھنے کی ضرورت
 محکوم کو ہے جیت میں بھی ہار کا دھڑکا
 آزاد کو دیتی ہیں شکستیں بھی بشارت
 محکوم کو اک پھول کی پتی بھی ہے سب کچھ
 آزاد کو ہے تنگی داماں کی شکایت
 محکوم کو محرومی تقدیر کا شکوہ
 آزاد کی کوشش سے بدل جاتی ہے قسمت

(ماہر القادری)